جنوری ۱۹۲۹ء

رجسٹرڈ نمبر اے ۱۷۱

معارف

مجلس المصنفین کا ماہوار علمی رسالہ

مرتبہ

سید سلیمان ندوی



قیمت [illegible] سالانہ

مطبع معارف میں چھپکر

دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوا

فہرست کتبخانہ تجارتی دارالمصنفین اعظم گڈھ

علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ النبی صلعم حصہ اول، طبع دوم تقطیع ۲۰×۲۲ ۲۶ حالات نبوی از ولادت تا ختم غزوات، قیمت باختلاف کاغذ سے ، اور للعہ

ایضاً حصہ دوم، کارنامہ نبوی تکمیل شریعت، تاریخ احکام، وفات، اخلاق وشمائل وغیرہ طبع اول قیمت قسم اعلیٰ تقطیع کلان عـــ

ایضاً حصہ دوم طبع دوم قیمت باختلاف کاغذ تقطیع خورد صہ، بیہ

ایضاً حصہ سوم، تقطیع کلان قسم اول عـــ، قسم سوم سے

الفاروق، حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت مطبوعہ معارف پریس، قیمت للعہ

المامون، خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات مطبوعہ معارف پریس عیہ

الغزالی، امام غزالی کی سوانحعمری اور ان کا فلسفہ مطبوعہ معارف پریس عہ

سیرۃ النعمان، امام ابو حنیفہ کی سوانحعمری اور ان کے اجتہادات اور مسائل، قیمت عیہ

سوانح مولینا روم، مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ، عیہ

رسائل شبلی، مولانا کے گیارہ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، قیمت مہ

مقالات شبلی، مولانا کے تیرہ مختلف مضامین کا مجموعہ، قیمت مہ

شعر العجم حصہ اول، شاعری کی حقیقت، فارسی شاعری کا آغاز وقدما کا دور، قیمت سے

ایضاً حصہ دوم، شعرائے متوسطین کا دور، عیار

ایضاً حصہ سوم، شعرائے متاخرین کا دور، عیار

ایضاً حصہ چہارم، فارسی شاعری پر ریویو، سے

ایضاً حصہ پنجم، فلسفیانہ صوفیانہ اخلاقی شاعری پر تبصرہ، عار

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو، قیمت ۸ر

موازنۂ انیس و دبیر، مرثیہ کی تاریخ اردو میں اصولی تنقید اور فصاحت و بلاغت کی تشریح اور میر انیس کی شاعری کا مرزا دبیر سے موازنہ سے روپیہ

سفرنامۂ روم ومصر وشام، مطبوعہ معارف پریس، قیمت عار

مضامین عالمگیر، شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، قیمت باختلاف کاغذ وطبع، عیہ و عہ و ۸ر

علم الکلام، مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ، اس کی عہد بعہد کی ترقیاں اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل، طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس عار

الکلام، مولانا کی مشہور تصنیف جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے، اور ملاحدہ ومنکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، طبع سوم مطبوعہ معارف پریس، قیمت عار

کلیات، مولانا کے تمام فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات کا مجموعہ جو اب تک متفرق طور سے دیوان شبلی، دستۂ گل، بوئے گل اور برگ گل کے ناموں سے چھپے تھے سب اس میں یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ ۲۰ پونڈ کے ولایتی کاغذ پر نہایت عمدہ چھپا ہے، قیمت عار

کلیات شبلی اردو، مولانا کی تمام اردو نظموں کا مجموعہ جس میں مثنوی صبح امید، قصائد جو مختلف جلسوں میں پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی سیاسی، مذہبی اور تاریخی نظمیں جو کانپور، ترکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، کالج، یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی تھیں یکجا ہیں، یہ نظمیں درحقیقت مسلمانوں کے پچھلے سالہ جد وجہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی، کاغذ اعلیٰ، قیمت ۱۲ر

مکاتیب شبلی، طبع دوم، مولانا کے خطوط ومکاتیب کا مجموعہ جو علمی قومی، ادبی، اسلامی، مذہبی معلومات کا خزانہ ہے، حصہ اول عیہ حصہ دوم ۱۲ر

مولانا حمید الدین صاحب بی اے،

عربی زبان میں مولانا نے قرآن پاک کی تفسیر کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اس کے حسب ذیل نمبر چھپکر تیار ہیں، یہ تفسیر بالکل جدید طرز پر لکھی گئی ہے، جس کی خاص خصوصیت قرآن پاک کی باہم آیتوں کا ربط ونظام اور بعض عجیب حقائق مستورہ کا تسلی بخش انکشاف ہے۔

تفسیر سورۂ الذاریات	۶ر	تفسیر سورۂ لہب	۴ر
تفسیر سورۂ والتین	۴ر	تفسیر سورۂ الکوثر	۴ر
تفسیر سورۂ القیامہ	۴ر	تفسیر سورۂ عبس	۳ر

اسلام کا مجسم پیکر

تعلیم یافتگان درسگاہ نبوت کی علمی عملی اور اخلاقی زندگی

یعنی

سلسلۂ سیر الصحابہؓ

دارالمصنفین کے رفقاء نے دس برس کی جانکاہ محنت اور کوشش سے سو احادیث و رجال و سیر کے ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد یہ سلسلہ تالیف کیا ہے، اور کہا جا سکتا ہے کہ اس قسم کی کوئی جامع اور مرتب کتاب اسلام میں اب تک نہیں لکھی گئی تھی اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اسلام کا صحیح تصور کیا ہے؟ اور صحابہ کرام کی عملی زندگی کیا تھی؟ اور مسلمانوں کے لئے دستور العمل کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں اب تک چھپ چکی ہیں:

۱۔ اسوۂ صحابہ، جلد اول۔ صحابہ کرام کی مذہبی اخلاقی اور روحانی زندگی کا تحریری خاکہ۔ ضخامت ۳۵۰ قیمت: ۸ر روپے

۲۔ اسوۂ صحابہ، جلد دوم۔ صحابہ کرام کی سیاسی، علمی اور عملی زندگی کا نمونہ۔ ضخامت ۴۵۰ قیمت: للعہ

۳۔ خلفائے راشدین، چاروں خلفائے راشدین کے حالات و سوانح، اسلام، خلافت، فتوحات، اخلاق، اور ان کے علمی اجتہادات اور عملی کارنامے۔ ضخامت ۴۰۰ قیمت: . . . . ۸ر روپے

۴۔ مہاجرین، جلد اول، بڑے بڑے مہاجرین کے ذاتی، نسبی، اسلامی، اخلاقی، علمی اور عملی واقعات و سوانح ضخامت ۴۹۰ قیمت للعہ

۵۔ انصار، جلد اول، حروف تہجی کے اعتبار سے تمام انصار کرام کے حالات زندگی اور ان کے روحانی اور اخلاقی اور علمی و عملی کارنامے، ضخامت ۳۶۰ قیمت ۸ر روپے

۶۔ انصار، جلد دوم، ایضاً ضخامت ۲۸۰ قیمت عہ ۸ر

۷۔ صحابیات، صحابیات و خواتین کے حالات زندگی اور ان کے علمی و عملی کارنامے ضخامت ۸۹ قیمت عہ

۸۔ سیرۃ عائشہؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مقدس سوانح و حالات، پاک اخلاق و عادات، علمی اجتہادات اسرار و حکمات قرآن پاک و حدیث و فقہ کے متعلق ان کی تحقیقات، عورتوں پر ان کے احسانات۔ ضخامت ۳۰۵۔ قیمت ۲؍

ان کتابوں کی مجموعی قیمت ۲۷؍ روپے ہوتی ہے، لیکن جو صاحب پورا سٹ یعنی یہ آٹھوں کتابیں ایک ساتھ خریدینگے، ان کو بجائے ۲۷؍ روپیہ کے ۲۰؍ روپے میں پورا سٹ دیا جائے گا، یعنی ۷؍ کی ان کے ساتھ رعایت کیجائے گی، مصارف ڈاک وغیرہ خریدار کے ذمہ ہوگا،

منیجر

معارف پریس اعظم گڈہ

ابتک ہمارے پریس میں زیادہ تر صرف دار المصنفین کی کتابیں چھپتی رہی ہیں، لیکن اس سال ہم نے عام نفع رسانی کے خیال سے اپنے شعبۂ طباعت کو اس قدر وسیع کر دیا ہے کہ باہر کی کتابیں اور دوسری چیزیں بھی اس میں چھپ سکتی ہیں، اس لیے جو لوگ عمدہ طباعت کے شائق ہوں وہ ہماری طرف رجوع کر سکتے ہیں،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ،

جلد بست وسوم ۲۳ | ماہ رجب ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۲۹ء | عدد ۱ یکم

مضامین

دار المصنفین کی نئی کتاب

سیر الصحابہؓ کے حصہ مہاجرینؓ کی دوسری جلد

مہاجرینؓ

حصہ اول

از مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی سابق رفیق دار المصنفین

جس میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہؓ و اکابر بنی ہاشم و قریش اور ان حضرات صحابہؓ کے حالات سوانح، اخلاق و فضائل اور ان کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، شروع میں ایک مقدمہ ہے، جس میں قریش کی تاریخ اور قبائل مہاجرینؓ کی تفصیل ہے، ضخامت:- ۴۳۴ صفحے،

قیمت:- للعہ/

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

نئے سال کے آغاز میں چاہیے تھا کہ کوئی نیا مضمون شروع ہوتا، لیکن مجبوراً ہم کو ایک نہایت پرانے مضمون کی بحث چھیڑنی پڑی، آجکل اس نئی دنیا میں ہر چیز پر جدت کا رنگ چڑھ رہا ہے، پرانے نظریے ٹوٹ رہے ہیں، اور پرانے خیالات مٹائے جارہے ہیں، کسی پرانے دعوی کے غلط ہونے اور اسکے بالمقابل کسی نئے دعوی کے صحیح ہونے کی یہی دلیل کافی سمجھی جاتی ہے کہ وہ خیال پرانا اور یہ خیال نیا ہے، غرض اس نئی دنیا کے نئے زمانہ میں قدامت سے بڑھ کر کوئی چیز بری نہیں اور جدت سے بڑھکر کوئی چیز بہتر نہیں، اور یہی نئی منطق آج ارسطو کی پرانی منطق کی قائم مقام ہے اس دائرہ کی وسعت میں مذہب، فلسفہ، تاریخ، صنعت ہر چیز داخل ہے،

شاید ناظرین کو یاد ہو کہ مولانا محمد علی صاحب نے ایک بالکل نئے فتوی پر جسکا مفہوم یہ تھا کہ اسلام میں صغر سنی کی شادی منع ہے اور اسی کے سلسلے میں یہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ صغر سنی میں بیاہی گئی تھیں صحیح نہیں ہے، ہمنے معارف (جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ) کے شذرات میں کچھ سوالات کئے تھے کئی مہینے بعد جناب کے اصرار پر ایک مضمون نگار نے اپنے اخبار میں ان شذرات کا جواب دیا ہے، ہمنے تحقیق حق کیلئے مناسب سمجھا کہ اس جواب کی تنقید کریں، اور اسکے مسامحات کو واضح کردیں، ہمنے چار پانچ روز میں اسکا طویل جواب لکھکر اخبار مذکور سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کو شائع کریگا، مگر اس نے اسکو منظور نہ کیا، اور وہاں سے ناظرین کا جواب دیا کہ آپ معارف میں ہمارا مضمون شائع کریں تو ہم آپکا مضمون شائع کریں گے، چونکہ ان اوراق کے لکھنے میں محنت صرف ہو چکی تھی اسلئے اس مضمون کو شائع کرنا مناسب معلوم ہوا، اور غالباً عمر میں پہلی بار اس مناظرانہ طریق کی تحریر چھاپنے کا جرم ہم سے سرزد ہو رہا ہے، امید ہے کہ ناظرین اسکو معاف کریں گے، اسکے بعد نفس صغر سنی کی شادی کے متعلق ایک بحث آئیگی اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو جائے گا، شذرات کا حصہ بھی اسی مضمون کی نذر ہو گیا ہے، لیکن اس کے سوا چارہ نہ تھا،

مقالات

حضرت عائشہؓ کی عمر

مولانا سید سلیمان ندوی کے اعتراضات کا جواب

از

مولانا محمد علی صاحب لاہوری

صغرسنی کی شادی اور حضرت عائشہؓ

حضرت عائشہؓ کی عمر کا سوال مدت سے میرے دل میں کھٹکتا رہا ہے، نہ اس لئے کہ میں نے اس بات کو ناممکن سمجھا ہو کہ کوئی نو سال کی غیر معمولی قوت کی لڑکی حدِ بلوغ کو پہنچ جائے، اور اس میں تعلقات ازدواجی کی صلاحیت پیدا ہو جائے، بلکہ اس لیے کہ ایک طرف اگر وہ احادیث تھیں جنہیں حضرت عائشہؓ کی عمر کا بوقتِ نکاح چھ یا سات سال ہونا اور بوقت رخصتانہ ۹ سال ہونا بیان کیا گیا ہے تو دوسری طرف بعض ایسی احادیث بھی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عائشہؓ کا سن اتنا چھوٹا نہ تھا، مگر میں نے اس سوال پر کبھی غائر نظر نہیں ڈالی، سال رواں میں جب صغرسنی کی شادی کے متعلق ایک بل اسمبلی میں پیش ہوا، تو مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں بھی اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کروں، کہ آیا صغرسنی کی شادی اگر قانوناً رد کر دی جائے تو یہ امر خلاف شریعت اسلامی ہوگا، میں نے اس مسئلہ پر غور کیا تو میری سمجھ میں یہی آیا کہ ایسی ممانعت خلاف شریعت اسلامی نہیں کیونکہ شریعت اسلامی کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ شادی بلوغ کے بعد ہو، چنانچہ میں نے اپنی جماعت کے چند علماء کے خیالات کو بھی معلوم کیا تو ان کی رائے کو اپنی رائے کے موافق پایا، اور ایک مضمون اس موضوع پر انگریزی میں لکھ کر اخبار لائٹ میں شائع کیا، اس مضمون کے ذیل میں مجھے

اس بات کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی جو صغر سنی کی مخالفت کے خلاف شریعت اسلامی قرار دینے والوں کی طرف سے زور سے پیش کی گئی تھی کہ حضرت عائشہؓ کی شادی صغر سنی میں ہوئی اور جب خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مجوز ہوں تو اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ صغر سنی کی شادی کو روک سکے،

اصل بحث

اس مضمون کا اردو ترجمہ منشی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے خود کرکے پیغام صلح میں بھی شائع کیا، پیغام صلح میں یہ جواب ان الفاظ میں تھا

"اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے اس وقت شادی کی جب وہ چھ یا سات سال کی عمر کی تھیں ایسی احادیث کو اگر معتبر بھی سمجھا جائے تو بھی یہ ایک مسلم بات ہے کہ شادی اور طلاق کے قوانین جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں مدینہ میں نازل ہوئے اور حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلعم کا نکاح اس وقت ہوا جب ابھی آپ مکہ میں تھے اس لئے اگر یہ نکاح فی الحقیقت حضرت عائشہؓ کی صغر سنی ہی میں ہوا ہو تو بھی اسے اس قانون کے بالمقابل جو بعد میں نازل ہوا اور اس کے اس عام مفہوم کے خلاف جو خود آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا، بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا یہ

اس جواب کے ساتھ ہی ذیل کے الفاظ بھی ہیں جو پیغام صلح سے ہی نقل کرتا ہوں،

"لیکن یہ باور کرنے کے وجوہ ہیں، کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت صلعم سے نکاح کے وقت فی الحقیقت اس قدر صغر سن نہ تھیں معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں اور حضرت اسماءؓ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے مدینہ کو ہجرت کی ستائیس سال کی تھی اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی؛

اس جواب سے ظاہر ہے کہ میرے مضمون کا اصل بحث حضرت عائشہؓ کی عمر نہ تھا بلکہ صغر سنی کی شادی تھا، اور حقیقی جواب جو میں نے دیا ہے وہ اسی قدر تھا، کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح مکہ میں ہوا اور نکاح کے قوانین جو قرآن کریم میں نازل ہوئے وہ اس کے بعد مدینہ میں نازل ہوئے اور یہ جواب بفرض کرکے دیا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی شادی صغر سنی میں ہوئی، لیکن ضمناً یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ باور کرنے کے وجوہ بھی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت

اتنی تھوڑی نہ تھی،

بنائے استدلال

اس مضمون کے نکلنے پر اور پھر اس پر جو تنقید معارف (جولائی) میں ہوئی، مجھے متعدد خطوط موصول ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر کے سوال پر پوری روشنی ڈالی جائے مگر سب سے بڑھکر سید ریاست علی صاحب ندوی کا اصرار رہا کہ میں ان روایات کا پتہ دوں جس کے لیے انھوں نے متعدد خطوط بھی منشی دوست محمد صاحب کو لکھے کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں سو یہ تو درست ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کے حضرت اسماءؓ سے دس سال چھوٹے ہونے کا حوالہ میں نے دیا تو میرے ذہن میں اکمال کا حوالہ بھی تھا، جو پچھلے دنوں بصورت اشتہار شائع ہوا، اور جس پر سید سلیمان صاحب نے معارف میں تنقید بھی کی ہے، اس کے علاوہ میرے ایک کرمفرما نے مجھ سے ذکر کیا کہ ان کے پاس اسد الغابہ کا ایک حوالہ ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت بارہ سال تھی، اتفاق سے اسد الغابہ میرے پاس نہ تھی اور چونکہ انھوں نے جزم سے یہ کہا کہ ایسا حوالہ موجود ہے گو کتاب اس وقت نہیں ملی، اس لیے میں نے ان کی یادداشت پر اعتبار کیا (البتہ اب جو کتاب اسد الغابہ میں نے منگوا کر دیکھی تو حضرت عائشہؓ، حضرت اسماءؓ، حضرت ابوبکرؓ کے تذکرے میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا، گو میرے وہ دوست اب بھی کہتے ہیں کہ انھوں نے ایسی عبارت اسد الغابہ میں پڑھی ہے اور فرصت ملنے پر وہ اس کو نکال دینگے) مگر ان سب سے بڑھکر مجھے خود بعض معتبر احادیث کی بنا پر یہ خیال تھا کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت اتنی چھوٹی نہ تھی،

ضمنی بحث کی وجہ سے کم توجہی

مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق چونکہ ضمنی ذکر کیا تھا اور اصل بحث کچھ اور تھا جس پر عمر کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی اثر نہ پڑتا تھا اس لیے میں نے اس پر کوئی زیادہ توجہ نہیں کی، اور ان امور کی بنا پر جو میرے ذہن میں موجود تھے حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق وہ الفاظ لکھے جنکو اوپر نقل کر چکا ہوں، ان میں علاوہ عمر کے بڑا ہونے کے یہ ذکر ہے کہ ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہؓ کی شادی ہوئی حالانکہ ایک سال پہلے نہیں بلکہ تین

سال پہلے نکاح ہوا تھا، گو روایتیں دونوں قسم کی موجود ہیں یعنی بعض روایتوں میں تین اور بعض میں ایک سال قبل ہجرت حضرت عائشہؓ سے نکاح کا ذکر ہے۔

نو سال کی عمر میں نکاح کی روایات

یہ تو محض تمہیدی باتیں ہیں، اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں، روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال تھی، اور رخصتانہ کے وقت ۹ سال تھی، اور آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت اٹھارہ سال تھی، لیکن طبقات ابن سعد میں دو روایتیں حضرت عائشہؓ کے ذکر میں ایسی ہیں، جنہیں نو سال کی عمر میں نکاح کا ہونا بیان کیا گیا ہے، چنانچہ جلد ہشتم صفحہ ۴۱ پر ہے تزوجہا رسول اللہ صلعم وہی بنت تسع سنین، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ نو سال کی تھیں، اور صفحہ ۴۲ پر ہے نکحہا النبی صلعم عائشۃ وھی ابنۃ تسع سنوات او سبع یعنی آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا اور ان کی عمر اس وقت نو یا سات سال کی تھی، اور یہ کہا جائے گا کہ اس اختلاف کی کوئی ایسی توجیہ

لہ سید سلیمان صاحب نے جہاں معارف میں میرے اس مضمون پر تنقید فرمائی ہے، وہاں میرے الفاظ کو نقل کرکے تحریر استہزاءً یہ فقرہ چسپاں کیا ہے "ع غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ" غلطی کا تو مجھے انکار نہیں، لیکن جناب سید صاحب نے اس موقع پر جو استہزا کیا ہے گو میری غلطیاں ہی واقع ہوں مگر ان کی فضیلت کے شایاں یہ نہ تھا، وہ کہہ سکتے تھے کہ اس مضمون میں ایک نہیں دو غلطیاں ہیں، اگر میں نے غلطی سے ہجرت سے ایک سال پہلے نکاح ہونا لکھ دیا تو کیا بخاری میں دونوں قول موجود نہیں، اور گو اب (معارف جولائی صفحہ ۱۰) سید صاحب نے بخاری کے الفاظ فلبث سنتین او قریبا من ذالک ونکح عائشۃ کی اور توجیہ کی ہے، مگر سیرت عائشہ میں وہ خود اختلاف کو تسلیم کر چکے ہیں،

"اس اختلاف کے موقع پر خود حضرت عائشہؓ ... سے زیادہ معتبر ہو سکتا تھا، لیکن لطف یہ ہے کہ بخاری اور مسند میں خود ان سے دو روایتیں ہیں، ایک میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تین برس بعد نکاح ہوا، اور دوسری میں ہے کہ اسی سال کا یہ واقعہ ہے۔" (سیرت عائشہ صفحہ ۱۹)

کرنی چاہیے جو ان روایات کو کثرتِ روایات کے مطابق کردے، مگر مشکل یہ ہے کہ کثرتِ روایات میں جو عمر بتائی گئی ہے وہ بروے حساب درست نہیں آتی، اور درایتاً ان روایات کی طرف توجہ نہیں گئی، جیسا کہ میں نے کہا کثرتِ روایات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال اور رخصتانہ کے وقت نو سال تھی، اب اگر نکاح اور رخصتانہ کی تاریخوں کو دیکھا جائے تو ان روایات کی صحت میں گو وہ بخاری یا مسلم یا مسند احمد میں ہوں سخت شبہات پیدا ہوتے ہیں،

تاریخِ نکاح کی روایات

حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ پر روایات میں اختلاف تو ضرور ہے، لیکن اس میں کچھ بھی شبہہ نہیں کہ مستند یہی ہے کہ نکاح ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تھوڑے دن بعد ہی ہوگیا، اور اس کے متّصل بعد ہی حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا، یعنی حضرت عائشہؓ سے آنحضرتؐ کا نکاح پہلے ہوا، اور حضرت سودہؓ سے اس کے بعد ہوا، اور چونکہ حضرت سودہؓ سے نکاح ۱۰ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال پیشتر ہونا ایک مسلم امر ہے، جیسا سید سلیمان صاحب نے بھی سیرت عائشہ کے صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے، تو یہی حضرت عائشہؓ کے نکاح کے ۱۰ نبوی میں ہونے پر ایک فیصلہ کن امر ہے،

حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ کے متعلق جو اختلاف روایات میں ہے وہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کی تاریخ میں اختلاف سے پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے، یعنی بعض مورخین نے حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہجرت سے پانچ اور بعض نے ہجرت سے چار سال پیشتر مانا ہے، ان کے نزدیک حضرت عائشہؓ کے نکاح اور حضرت خدیجہؓ کی وفات میں ایک یا دو سال کا فرق ہوگا، مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات ۱۰ نبوی میں ہوئی، تو اسی فرق کی بنا پر یہ خیال کرلیا گیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت سے ایک یا دو سال پیشتر ہوا، بہرحال روایات میں اختلاف ہے، اور خود بخاری کی روایات دونوں طرح کی ہیں، یعنی بعض میں حضرت عائشہؓ کا نکاح ہجرت سے تین سال اور بعض میں ایک سال پیشتر مانا گیا ہے، تو ظاہر ہے کہ دونوں روایات میں سے ایک قسم کی روایات یقیناً غلط ہیں خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں، اس لیے تنقیدی امور میں جذبات کو برانگیختہ کرنا کہ کیا ہم بخاری یا مسلم کو غلط مانیں صحیح طریق نہیں

اس میں شک نہیں کہ بخاری بڑے اعلیٰ پایہ کی اور حدیث کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے، لیکن وہ کتاب اللہ نہیں، اس لئے غلطیاں اس میں بھی ہیں، حضرت عائشہؓ کے نکاح کی تاریخ کے بارے میں جو اختلاف ہے اس میں جمہور محققین نے یہی صحیح مانا ہے کہ سنہ نبوی نکاح کی تاریخ ہے، جیسا کہ خود سید سلیمان صاحب نے بھی مانا ہے،

"جمہور محققین کا فیصلہ یہ ہے اور روایت کا کثیر اور مستند حصہ اسی کا مؤید ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تقریباً تین برس پہلے رمضان میں انتقال کیا، اور اسی کے ایک مہینہ کے بعد شوال میں حضرت عائشہؓ سے نکاح ہوا" (سیرت عائشہ ص۱۹)

تاریخ رخصتانہ

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کب آئیں، سو اس میں بھی اختلاف تو ضرور ہے یعنی بعض روایات میں ہجرت سے آٹھ ماہ بعد کا واقعہ اسے قرار دیا ہے اور بعض میں اٹھارہ ماہ بعد سید سلیمان صاحب نے سیرت عائشہ میں علامہ عینی کے قول کو کہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی جنگ بدر کے بعد ہوئی یعنی سنہ ۲ھ میں رد کرتے ہوئے شوال سنہ ۱ھ کو صحیح قرار دیا ہے (ص۲۲) اور حاجی معین الدین صاحب ندوی نے خلفاء راشدین میں ہجرت کے بعد دوسال کو صحیح قرار دیا ہے، (خلفاء راشدین ص۷۷) سید سلیمان صاحب نے سنہ ۲ھ میں رخصتانہ کے قول کو صرف اس لئے رد کیا ہے کہ اس بیان کے موافق حضرت عائشہؓ کا دسواں سال ہوگا، غالباً ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی کہ اگر ہجرت کا پہلا سال بھی رخصتانہ کا مانا جائے تو حضرت عائشہؓ کی عمر کا ان روایات کے مطابق بھی یہ دسواں سال نہیں گیارہواں سال تھا، شوال سنہ نبوی میں نکاح ہوا، اور اس وقت عمر چھ یا سات سال کی بتائی جاتی ہے، اس حساب سے شوال سنہ نبوی میں یعنی ہجرت سے چھ یا سات ماہ بیشتر حضرت عائشہؓ کی عمر نو یا دس سال ہو چکی تھی، اور شوال سنہ ۱ھ کو بھی تاریخ رخصتانہ اگر مانا جائے تو حضرت عائشہؓ اس وقت ان روایات کے مطابق بھی پورے دس سال کی ہو کر گیارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں یا گیارہ سال کی ہو کر بارہویں سال میں داخل ہو چکی تھیں، اور نو سال کی عمر کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ٹھہرتی، لیکن درست وہی ہے، جو عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے،

کہ حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ جنگ بدر کے بعد ۲ھ میں ہوا، اسی کے موافق علامہ عبدالبر نے بھی استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رخصتانہ نبوت سے اٹھارہ ماہ بعد ہوا، تو اس حساب سے حضرت عائشہؓ رخصتانہ کے وقت ان روایات کی بنا پر بھی گیارہ سال کی ہو کر بارھویں سال میں یا بارہ کی ہو کر تیرھویں میں داخل ہو چکی تھیں، بہرحال اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ اگر روایات درست ہیں تو حضرت عائشہؓ کو اپنی عمر بیان کرنے میں کچھ غلطی لگی ہے، کیونکہ ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ سال کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا، اس لیے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال کی مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے،

دوسری روایات سے عمر کا قیاس

اس کے علاوہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر بوقت نکاح یعنی سنہ ۱۰ نبوی میں اس قدر کم نہ تھی یعنی چھ یا سات سال جیسے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے، اور یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے مجھے پہلے پہلے یہ شبہ پیدا ہوا کہ ان روایات میں جنھیں نکاح کے وقت چھ یا سات سال عمر بتائی گئی ہے، کچھ نقص ضرور ہے، یہ روایات بھی صحیح بخاری کی ہیں، ایک روایت کتاب التفسیر میں سورۂ قمر کی تفسیر میں ہے جس کی راوی خود حضرت عائشہؓ ہیں، قالت لقد انزل علی محمد صلعم بمکۃ وانی لجاریۃ العب بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم پر مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور میں اس وقت لڑکی تھی، بل الساعۃ موعدھم اب یہ آیت سورۂ قمر میں ہے اور سورۂ قمر کا نزول ابتدائی ہی زمانہ کا ہے، کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے، کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہو گئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا تھا، اور یہ سنہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے، اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے، اس لیے ان کا نزول بھی ایک ہی وقت کا ہونا چاہیے اور سورۂ نجم کا سنہ ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی، اور جن لوگوں نے آیات سیھزم الجمع کا مدینہ میں نازل ہونا مانا ہے انھیں یہ غلطی اس لئے لگی ہے کہ یہ آیات آنحضرت صلعم نے جنگ بدر کے موقعہ پر تلاوت فرمائی تھیں یہ بتانے

کو کران میں وہ پیشینگوئی ہے جو بدر کے دن پوری ہوئی، تو بعض لوگوں نے غلطی سے ان کا نزول مدینہ میں سمجھ لیا، پس سنہ ۴ نبوی یا سنہ ۵ نبوی ان آیات کا نزول ہے، اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی، اور پھر ان آیات کو سنکر سمجھ کر یاد بھی رکھتی تھی، تو یہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا زمانہ نہیں ہوسکتا، اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر سنہ ۱۰ نبوی میں بوقتِ نکاح چھ یا سات سال ہونا قرینِ قیاس نہیں، اور اگر یہ روایت صحیح ہیں تو اپنی عمر کے بیان کرنے میں انھیں غلطی لگی ہے،

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت

اسی کی تائید بخاری کی ایک اور روایت سے ہوتی ہے جو باب ہجرۃ النبی صلعم میں آتی ہے، اور یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ کی ہے، قالت لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللہ صلعم طرفی النھار بکرۃ وعشیۃ فلما ابتلی المسلمون خرج ابو بکر مھاجرا نحو ارض الحبشۃ، یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دینِ اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گذرتا تھا مگر رسول اللہ صلعم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابو بکرؓ سرزمینِ حبش کی طرف نکلے، اب حضرت ابو بکرؓ تو پہلے مسلمان ہیں اور حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں جنکا اسلام سنہ ۱ نبوی یا اس سے پیشتر کا ہے، کیونکہ وہ سترہ آدمیوں کے بعد اسلام لائیں اور سنہ ۴ نبوی میں چالیس مسلمان ہو چکے تھے، اور اس کے ساتھ جو حضرت عائشہؓ نے واقعہ بیان کیا ہے، یعنی حضرت ابو بکرؓ کا ہجرت کرکے حبش کی طرف نکلنا یہ سنہ ۵ نبوی کا واقعہ ہونا چاہیے، اور اس سے پیشتر رسول اللہ صلعم کا حضرت ابو بکرؓ کے ہاں صبح اور شام جانا حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں، اور اسے وہ اپنے ہوش کا زمانہ بتاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ ہوش کا زمانہ پانچ چھ سال سے کم عمر کا نہیں ہوسکتا، حالانکہ ان روایات کے مطابق جنھیں حضرت عائشہؓ نے اپنی عمر بیان کی ہے سنہ ۵ نبوی ان کی پیدائش کا سنہ بنتا ہے،

عمر کے متعلق حضرت عائشہؓ کا خیال،

تو ان روایات کے مطابق سنہ ۴ یا سنہ ۵ نبوی حضرت عائشہؓ کے ہوش کا زمانہ نہیں کہلا سکتا، اور سنہ ۴ نبوی سے

آنحضرت صلعم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے اس وقت آپ کی آمد و رفت حضرت ابوبکرؓ کے گھر نہ ہو سکتی تھی

اور جب شعب سے نکلے تو حضرت خدیجہؓ جلد ہی وفات پا گئیں، اور حضرت عائشہؓ سے آنحضرت صلعم کا نکاح ہو گیا، پس حضرت عائشہؓ

کا یہ بیان جس میں بعض واقعات کا ذکر ہے جس کی تصدیق دوسری طرح بھی ہو سکتی ہے، یقیناً اس کے خلاف ہے جس میں

انھوں نے اپنی عمر بیان کی ہے، اس لیے اس بیان کو ترجیح دیجائے گی جس کی تصدیق دوسرے واقعات سے ہوتی ہو،

اور یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنی عمر کے متعلق کچھ غلط فہمی تھی، اور قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت

گیارہ سال سے اور رخصتانہ کے وقت سولہ سال سے کم نہ تھی، ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ حضرت عائشہؓ کے آنحضرت

صلعم سے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ وہ ایک جگہ پہلے کہہ چکے ہیں ان سے دریافت کرکے

جواب دیں گے، اب ظاہر ہے کہ عرب میں چار چار پانچ پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا اور حضرت

عائشہؓ کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر

خیال ہوتا ہے، یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی،

صاحب مشکوٰۃ کا قول،

یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ صاحب مشکوٰۃ نے اس قول کی کہ حضرت عائشہؓ اسماءؓ سے صرف دس سال چھوٹی تھیں کیا بنا ہے لیکن یہ کہنا پڑیگا کہ ان کے قول کی بنا کسی ثقہ روایت پر ہی ہوگی جیسا کہ انھوں نے خود بھی اکثر کے نقطے سے بیان کیا ہے، اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر لکھدے یہ باور نہیں ہو سکتا، غرض کوئی نہ کوئی روایت ملی ہوگی جس کی بنا پر انھوں نے یہ لکھا، ممکن ہے کہ ایسی کوئی روایت تلاش سے مل بھی جائے، یہ خیال سے ہی تو قابل جواب ہے کہ ایک طرف تو حضرت عائشہؓ کی وفات کے وقت چھیاسٹھ سال، رخصتانہ کے وقت نو سال سمجھیں یقیناً کچھ گڑبڑ ہے، دوسرے بخاری کی بعض اور احادیث ثابت کرتی ہیں کہ بعثت کے پانچویں چھٹے سال میں وہ ہوش سنبھالے ہو چکی تھیں، جب رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکرؓ کے گھر آتے جاتے تھے، اور اسی وقت انھوں نے سورۂ قمر کی آیت بل الساعة موعدهم [illegible] بھی یاد رکھا، پس نکاح کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال ہونا کسی صورت میں صحیح نہیں بلکہ غالباً گیارہ سال کی عمر ہوگی، ممکن ہے مزید تحقیقات سے کچھ روشنی اس امر پر پڑ سکے،

سردست اس امر کی وجہ سے جو بعض اطراف سے ہو رہا تھا میں نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے،

(محمد علی)

(۲۲ر نومبر ۱۹۲۸ء)

حضرت عائشہؓ کی عمر،

مولانا محمد علی صاحب کے شبہات کا جواب،

ناظرین! اوپر کا مضمون آپ ملاحظہ فرما چکے، اب اس ضمن میں میری گذارشوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، جو گو کسی قدر طویل ہیں، تاہم فوائد سے خالی نہیں، سب سے پہلے میں اپنے شذرات (معارف) میں غالب کے اس ایک مصرع کے لکھنے پر معافی چاہتا ہوں جس کو مولوی صاحب نے طنز و استہزا سمجھا ہے، حالانکہ اس کا درجہ صرف شوخیٔ تحریر تک ہے، مگر بہر حال میں اس ایک مصرع کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ اس تحریر و مراسلہ سے مقصود واقعہ کی تحقیق ہے، نہ کہ کسی فریق کی دلآزاری اور استہزاء،

اس کے بعد میں مولوی صاحب کی انصاف پسندی اور جرأت کی داد دیتا ہوں، کہ انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اپنے مسلمات کا اعتراف کیا، اور صاف لکھا کہ ان کے پاس بوقت نکاح حضرت عائشہؓ کے سولہ سال، اور بوقت رخصتی سترہ سال کی عمر ہونے پر تاریخ و حدیث کی کوئی سند موجود نہیں ہے، اور یہ تسلیم کر لیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح شوال سنہ ۱۰ نبوی میں، اور رخصتی شوال سنہ ۱ھ میں ہوئی، اور بہت کھینچ تان کرنے کے بعد بھی یہی تسلیم کیا کہ نکاح کے وقت (سنہ ۱۰ نبوی میں) چھ برس کی تھیں یا سات برس کی، اور رخصتی کے وقت ان کی عمر نو برس کے بجائے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا بار بار بیان ہے ۱۲ یا ۱۳ برس تھی، اور نکاح اور رخصتی میں تین برس کا نہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں، بلکہ

"ان کے نکاح اور رخصتانہ میں پورے پانچ برس کا فرق تھا، اور چار سال سے کم تو کسی صورت میں نہ تھا، اس لئے اگر ان کی عمر بوقت نکاح چھ یا سات سال مانی جائے جیسا کہ اکثر روایات میں ہے تو بوقت رخصتانہ نو سال کی عمر ہونا ناممکنات سے ہے۔"

اس سلسلہ میں چند امور کی طرف اشارہ کرنا ہے، جس سے یہ ناممکن، ممکن ہو سکتا ہے،

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آغازِ اسلام میں بلکہ عہدِ نبوت اور عہدِ صدیقی میں سنہ کا رواج نہ تھا، سنہ کی تدوین عہدِ فاروقی میں ہوئی ہے، پہلے یہ طریقہ تھا کہ ہجرت سے اتنے مہینہ پیشتر یا اتنے مہینے بعد یہ واقعہ ہوا، بعد کو لوگوں نے ان مہینوں کو سال بنا لیا، پھر سنہ کی ترتیب قائم ہوئی

۲۔ یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت صلعم نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ میں رہے، اور یہ پورے تیرہ برس نہیں ہیں بلکہ کسور کے ساتھ ہیں یعنی چند مہینوں کی کمی تھی،

۳۔ سنہ نبوی کو سنہ ہجری کے ساتھ جوڑنے میں ایک غلطی کثیر الوقوع ہے، وہ یہ ہے کہ لوگ سنہ ہجری کے خصوصیات سنہ نبوی پر بھی عائد کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ سنہ ہجری محرم سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، مگر سنہ نبوی کا یہ حال نہیں ہے، وہ مبہم طریقہ سے کسی مہینہ سے شروع ہو کر ذی الحجہ پر تمام ہوتا ہے، اور آخر میں محرم سے شروع ہو کر ربیع الاول پر تمام ہوتا ہے؛

۴۔ قرآن پاک کے اشارات، اور ابن اسحاق کی روایت کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ سنہ نبوی رمضان سے شروع ہوا، تو گویا چار مہینے کے بعد ہی ذی الحجہ میں چار مہینوں پر تمام ہوا، اور آخری سال یعنی سنہ ۱۴ نبوی محرم اور صفر صرف دو مہینوں پر تمام ہوا، اس بنا پر سنہ نبوی درحقیقت بارہ برس اور چھ مہینوں پر مشتمل ہے جسکو تجوزاً عام میں ۱۳ برس کہہ دیتے ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری کی ابن عباسؓ کی روایت سے

۵۔ ہجرت کا آغاز ربیع الاول سے ہوا، مگر سنہ کی تدوین کے وقت دو مہینے آگے بڑھا کر محرم سنہ ۱۴ نبوی سے محرم سنہ ۱ ہجری کا آغاز ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ سال کے حساب میں اگر تدقیق اور غور سے کام نہ لیا جائے تو دو مہینے مکرر پڑ جاتے ہیں، یہی مہینے سنہ ۱۴ نبوی نہیں ہوتے کیونکہ سنہ ۱۴ کے صرف دو مہینے ہیں، اور سنہ ۱ ہجری میں داخل کر لیے گئے،

۶۔ اب سنہ نبوی کا حال یہ ہے، کہ اس کا پہلا سال چار مہینہ کا، اسکے بعد ۱۱ سال بارہ مہینوں پر مشتمل اور آخری سال دو مہینوں کا،

۷۔ حضرت عائشہؓ کے واقعات کو سنین سے تطبیق دینے میں مولانا محمد علی صاحب نے یہ سمجھا ہے کہ سنین اصل ہیں، اور ان کی عمر کا شمار ان سنین پر متفرع ہے، حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے، اصل ان کی عمر کا شمار ہے اور وہ بھی انہیں کے بتائے ہوئے سنین پر، اور اس شمار پر لوگوں نے سنہ کو تطبیق دیا ہے، اور ان روایات کے بموجب حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھی، اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی، اب سنہ ہجری کی تطبیق سے اس کا جو سنہ بھی لگائے، بعضوں نے پورے پورے ۱۲ مہینے کے سال لیے تو سنہ گھٹ گئے، اور بعضوں نے نبوت کا پہلا سال چار مہینوں والا، آخری سال دو مہینوں والا، اور ہجرت کا پہلا سال ۱۰ مہینوں والا لیا تو سنہ بڑھ گئے، اسی بنا پر بعض راوی کہتے ہیں کہ فلاں واقعہ سنہ ۱ میں ہوا، دوسرا کہتا ہے سنہ ۲ میں ہوا، اس لیے خوب سمجھ

لینا چاہیے کہ سنہ کا حساب اصل نہیں ہے، بلکہ عمر کا حساب اصل ہے، اور صرف سنہ سے حساب لگا کر راویوں نے سنہ بنایا ہے، اس لیے آپ سنہ کے حساب میں ترمیم کر سکتے ہیں، مگر حضرت عائشہؓ کی عمر کے حساب میں ترمیم نہیں کر سکتے،

نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر

مولانا محمد علی لکھتے ہیں: "روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی" اس کے بعد آپ چھ یا سات سال برابر لکھتے گئے ہیں، حالانکہ صرف ایک مشکوک الحافظہ راوی نے اس وقت آپ کی عمر کا نو برس یا سات برس ہونا ظاہر کیا ہے، اور کہیں بھی سات برس نہیں ہے، اس بنا پر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ روایات کے بڑے حصہ کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر نکاح کے وقت چھ یا سات سال کی تھی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہے کہ ایک دو روایتوں کے علاوہ تمام روایتیں اس پر متفق ہیں، کہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی، اور ۱۸ برس کے سن میں بیوگی ہوئی،

مولانا نے ابن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تزوجہا رسول اللہ صلعم وھی بنت تسع سنین (جلد ۸) آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا تو وہ نو برس کی تھیں، لیکن اس کے بعد ہی کا فقرہ کیوں چھوڑ دیا، کہ ومات عنہا وھی بنت ثمانی عشرۃ سنۃ، یعنی، اور آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں، حالانکہ اسی بعد کے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ راوی سے رخصتی کی جگہ نکاح کا لفظ کہنے میں صریح غلطی ہوئی ہے، اسی طرح سات برس کے سن میں نکاح ہونے کی جو روایت ہشام بن عروہ سے ہے، وہ صفحہ ۴۰ پر ناتمام ہے، مگر ۴۱ پر تمام ہے، اور وہ یہ ہے کہ چھ یا سات میں نکاح ہوا، اور نو میں رخصتی ہوئی، مگر مولانا نے اس کامل روایت کے پورے فقرہ کا حوالہ نہیں دیا، تا کہ نو برس کی رخصتی کا واقعہ اس سے ثابت نہ ہو، جن ہشام بن عروہ نقل کرنے میں ابن سعد کے اس راوی کو اس بارہ میں وہم ہو رہا ہے، کہ حضرت عائشہؓ چھ برس کی تھیں یا سات کی، انھیں کے صحیح و مستند راویوں کے بیان میں جن کی ابن سعد اور بخاری و مسلم میں روایتیں ہیں، مطلق وہم و تزلزل اس باب میں نہیں ہے، کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی تھیں،

بہر حال نکاح کے وقت نو برس کا سن ہونا صرف ایک ضعیف الحافظہ راوی کے بیان کے علاوہ جو یہ کہتا ہے کہ نویں برس یا ساتویں برس نکاح ہوا" اور کسی نے نو برس کا ہونا نہیں ظاہر کیا، اور جب دوسرے نے یعنی اسود نے نو برس میں نکاح

ہونا بیان کیا ہو، ثابت ہو چکا ہو کہ اس سے اسکی مراد رخصتی ہو کیونکہ وہ کہتا ہو کہ نو برس برس نکاح ہوا، اور اٹھارہ برس کی تھیں جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی، اور ظاہر ہو کہ اگر نو برس برس نکاح ہوتا، اور تین برس کے بعد رخصتی ہوتی، اور اس کے بعد نو برس وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ رہیں تو وفات نبوی کے وقت وہ اٹھارہ کے بجائے اکیس برس کی ہوتیں، اور یہ اس راوی کے بیان کے خلاف ہو،

اب جس راوی (ہشام بن عروہ) سے ایک دو جگہ سات برس کے سن میں نکاح ہونا ابن سعد میں ہو، اسی سے متعدد صحیح ترین روایتوں میں تصریح بلاشک و شبہہ چھ برس کے سن میں نکاح اور نو برس کے سن میں رخصتی مروی ہے، بخاری و مسلم کا ہرگز لحاظ نہ کیجئے مگر صحیح اور کثیر روایتوں کا تو لحاظ کیجئے جن کی بنا پر یہ بالکل قطعی ہے کہ چھ برس کے سن میں نکاح ہوا، اور نو برس کے سن میں رخصتی ہوئی، جو کوئی نکاح کی عمر سات برس بھی بتاتا ہو وہ رخصتی کی عمر تو دس ہی برس کہتا ہو، اور سات کو ملا کر نکاح اور رخصتی میں وہی تین برس کا فصل نکلتا ہے،

اب آئیے دوسرے محققین کی طرح اسکو نبوی اور ہجری سنین سے تطبیق دے لیں، آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ سنہ ۱۰ نبوی میں نکاح ہوا، مہینہ کی بھی تصریح کر دیجئے تاکہ سنہ کے بنانے میں آسانی ہو، وہ بالاتفاق شوال کا مہینہ تھا، نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی چند سال کے بعد شوال ہی میں ہوئی، اور دونوں باتوں کے درمیان فصل بھی بالاتفاق تین برس ہوا، اب جن محققوں نے مثلاً علامہ عینی اور ابن عبد البر نے رخصتی کا وقت شوال سنہ ۲ھ لیا ہے، انھوں نے نکاح کا زمانہ سنہ ۱۰ نہیں بلکہ سنہ ۱۱ھ لیا ہے، اور جنھوں نے شوال سنہ ۱ھ رخصتی کا زمانہ لیا ہے انھوں نے نکاح کا زمانہ شوال سنہ ۱۰ نبوی بتایا ہے، اور اگر کسی ایک دو نے غلطی سے ایسا کیا ہو کہ تاریخ نکاح سنہ ۱۰ نبوی اور تاریخ رخصتی سنہ ۲ ہجری قرار دیا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ انھوں نے نبوت کا پہلا سال پورا کر کے آخری سال ۲۰ صفر سنہ ۱۳ نبوی کے بجائے ۲۰ صفر سنہ ۱۳ نبوی کو تمام کیا ہے، اور اسکی دلیل یہ ہے کہ شوال سنہ ۱۰ نبوی کا زمانۂ نکاح اگر شوال سنہ ۲ ہجری کے زمانۂ رخصتی کو شوال سنہ ۱۰ نبوی کے تین برس بعد ہی قرار دیتے ہیں، آپ کی طرح چار پانچ برس نہیں قرار دیتے جو ناممکن ہے،

آپ اس بڑھاپے کی غرض سے یہ کرتے ہیں کہ نکاح کا سال تو دوسرے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی سنہ ۱۰ نبوی، اور رخصتی کا سال پہلے فریق کے حساب سے لیتے ہیں یعنی سنہ ۲ھ اور یہ صریح غلطی ہے، ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی ان دو واقعوں کے درمیان تین برس سے زیادہ کا فصل نہیں مانتا، اس بارہ میں انھیں دو بزرگوں کے اقوال اور تحقیقات پیش کرتا ہوں جنکو آپ نے مستند قرار دیا ہے، یعنی علامہ بدر الدین عینی، اور حافظ ابن عبد البر جنھوں نے شوال سنہ ۲ ہجری کا زمانہ رخصتی کے لیے اختیار کیا ہے،

علامہ عینی کا بیان | چنانچہ علامہ عینی جو یہ مانتے ہیں کہ شوال سنہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی، انھوں نے شوال سنہ ہجری اس لیے تسلیم کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ نکاح سنہ ۱۰ نبوی میں نہیں بلکہ سنہ ۱۱ نبوی میں ہوا اس لیے تین برس کے فصل کے ساتھ انھوں نے شوال سنہ ۲ھ تسلیم کیا، یہ نہیں کیا ہے کہ نکاح سنہ ۱۰ نبوی میں، اور رخصتی سنہ ۲ھ میں تسلیم کیا ہو، جیسا کہ سالوں کے بڑھانے کے لیے آپ کر رہے ہیں، اس کے ساتھ اصل بحث یعنی حضرت عائشہؓ کی عمر کے متعلق بھی ان کا بیان محفوظ رکھیے،

تزوجها رسول الله صلعم بمكة قبل الهجرة بسنتين وقيل بثلاث وقيل بسنة ونصف او نحوها في شوال وهي بنت ست سنين وقيل سبع وبنى بها في شوال ايضا بعد وقعة بدر في السنة الثانية من الهجرة واقامت في صحبته ثمانية اعوام وخمسة اشهر وتوفي عنها وهي بنت ثماني عشرة وعاشت خمسا وستين سنة، (عمدة القاري جلد اول صفحہ ۴۵)

آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے اور کہا گیا کہ تین سال پہلے، اور کہا گیا کہ ڈیڑھ سال پہلے یا اس کے قریب شوال میں نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں اور ان کی رخصتی کرائی شوال میں واقعہ بدر کے بعد سنہ ۲ ہجری میں اور وہ آپ کی صحبت میں آٹھ برس اور پانچ مہینے رہیں، جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں، اور پینسٹھ ۶۵ برس کی عمر پائی،

دیکھیے علامہ عینی نے ہجرت سے دو سال پہلے یعنی شوال سنہ ۱۱ھ کا نکاح تسلیم کیا ہے، اور باقی اقوال کو ضعیف قرار دیا ہے، جن لوگوں نے ہجرت سے تین سال قبل نکاح تسلیم کیا ہے وہ شوال سنہ ہجری میں رخصتی تسلیم کرتے ہیں، جو لوگ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے کہتے ہیں وہ اس لیے کہ شوال سنہ ۲ھ میں ان کے نزدیک تین سال پورے ہو جاتے ہیں، الغرض یہ تمام سنین اسی تفصیل میں ہیں کہ نکاح اور رخصتی میں تین سال کا فصل قائم رہے، سنین کے تطابق کے جھگڑے کو چھوڑ کر اصل بحث یہ ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی اور رخصتی کے وقت نو برس کی اور بیوگی کے وقت اٹھارہ برس کی تھیں، علامہ عینی کو کوئی اختلاف نہیں ہے، وذلک ھو المراد

علامہ ابن عبدالبر | دوسرا حوالہ آپ نے علامہ ابن عبدالبر کا دیا ہے، بیشک انھوں نے استیعاب جلد دوم صفحہ ۷۷۱ (حیدرآباد) میں زبیر بن بکار کے حوالہ سے منجملہ دوسری روایتوں کے ایک روایت یہ لکھی ہے کہ "شوال سنہ ۱۰ نبوی میں ہجرت سے تین سال پہلے نکاح ہوا اور مدینہ میں ہجرت سے اٹھارہ مہینے بعد شوال میں رخصتی ہوئی"

مگر یہ خود علامہ ابن عبد البر کی تحقیق نہیں ہے، بلکہ ان کی کتاب کی مجہول اور واہیوں کے ایک روایت یہ بھی ہے جو ابن شہاب زہری پر موقوف ہے، اور بھی اسمیں تناقض ہیں، ان کی اصل تحقیق وہ ہے جس کو انھوں نے شروع میں اپنی طرف سے کہا ہے،

وتزوجها رسول الله صلعم بمكة قبل الهجرة بسنتين — آنحضرت صلعم نے ان سے مکہ میں ہجرت سے دو برس پہلے نکاح کیا،

هذا قول ابي عبيدة وقال غيره بثلاث — یہ ابو عبیدہ کا قول ہے، اور دوسرے نے کہا کہ تین برس پہلے،

سنين وهي بنت ست وقيل بنت سبع — اور وہ اس نکاح کے وقت چھ برس کی تھیں، اور کہا گیا کہ سات برس کی تھیں

اور سب آخر ان کا وہ بیان ہے جس کو وہ اجماعی کہتے ہیں،

وابتنى بها بالمدينة وهي ابنة تسع لا اعلمهم — اور ان کی رخصتی مدینہ میں ہوئی جب وہ نو برس کی تھیں، اور مجھے

اختلفوا في ذلك، — علم نہیں کہ کسی نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے،

یہی علامہ ابن عبد البر اسی کتاب کے حصہ اول صفحہ ۱۹ (حیدرآباد) میں لکھتے ہیں،

تزوجها بمكة قبل سودة وقيل بعد سودة واجمعوا — ان سے نکاح مکہ میں ہوا، حضرت سودہ سے پہلے، اور کہا گیا ہے کہ حضرت

على انه لم يبن بها الا بالمدينة قيل سنة هاجر — سودہ کے بعد، اس پر اتفاق ہے کہ رخصتی مدینہ ہی میں ہوئی، کہا گیا

وقيل سنة اثنتين من الهجرة في شوال وهي — کہ جس سال ہجرت فرمائی اسی سال (یعنی سنہ ۱ھ) اور کہا گیا ہے کہ شوال ۲ھ میں

ابنة تسع سنين وكانت في حين عقد عليها ابنة — اور اس وقت وہ نو برس کی تھیں، اور عقد کے وقت چھ برس کی

ست سنين وقيل بنت سبع سنين، — اور کہا گیا ہے کہ سات برس کی تھیں،

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سنہ اصل نہیں بلکہ عمر کا بیان اصل ہے، اور اس سے سنین کی تعیین کی گئی ہو، اور چونکہ سنین این مہینے چھوٹے اور بڑے ہیں اس لیے لوگوں میں سنین کی تعیین میں اختلاف ہے، لیکن نکاح کے وقت چھ برس اور رخصتی کے وقت نو برس ہونے میں اصلا کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے،

صاحب مشکوۃ کا قول افسوس ہے کہ مجیب نے آخر میں اس امر کو، کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنی بہن اسماء سے دس برس چھوٹی تھیں، صاحب مشکوۃ کا قول بتایا ہے، حالانکہ مشکوۃ میں اس قسم کا کوئی قول نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مشکوۃ کے مؤلف

ایک دوسرا مختصر رسالہ اسماء الرجال میں ہے، اس میں نسخہ کی غلطی یا کاتب کی غلطی یا نقل کی غلطی سے ایسا قیل یعنی ضعیف روایت کے طور پر لکھا ہے جس کی صحت کی تائید اسلام کے کسی ایک مجموعہ سے نہیں ہوتی چہ جائیکہ معتبر احادیث سے ہو، جیسا کہ فریق نے کہا تھا، بہرحال ولی الدین خطیب تبریزی نے بحیثیت صاحب مشکوٰۃ نہیں، بلکہ بحیثیت صاحب اکمال فی اسماء الرجال ایسا ضعیف اور غیر مؤید قول قیل کرکے نقل کیا ہے، میں نے صاحب مشکوٰۃ کے لفظ سے اس لیے انکار کیا کہ عام لوگوں میں مشکوٰۃ شریف کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی بنا پر ان کو شبہ ہوگا کہ شاید یہ کہیں مشکوٰۃ میں مذکور ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بہرحال اگر اب مشکوٰۃ اور اکمال کے مؤلف سے ہی آپ کو اس قدر حسن ظن ہے کہ

"اس پایہ کا آدمی اپنی طرف سے کوئی بات لکھ کر قیل کے ساتھ اسے بیان نہیں کر سکتا"

تو اس پایہ کا آدمی یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کو جن دو حدیثوں سے حضرت عائشہؓ کے نکاح اور رخصتی کی عمر میں مغالطہ ہوا، وہ ان سے بے خبر ہو، با ایں ہمہ دیکھئے کہ وہ کیا کہتا ہے، اسی اکمال میں جس کو آپ اس پایہ کی کتاب سمجھتے ہیں، حضرت عائشہؓ کے حال میں ہے (یہ ملحوظ رہے کہ ان کے نزدیک قیام مکہ کا آخری زمانہ ۱۳ صفر سنہ ۱۴ نبوی ہے، یہ ملحوظ رہے کہ ہجرت سے تین سال قبل سنہ ۱۰ و شوال سنہ ۳ قبل ہجرت ہے جو مطابق سنہ ۱۱ نبوی ہے، اور سنہ ۲ قبل ہجرت مطابق سنہ ۱۲ نبوی اور سنہ ۱ قبل ہجرت مطابق محرم سنہ ۱۳ تا ۱۳ صفر سنہ ۱۴ نبوی ہے)

خطبها النبي صلعم وتزوجها بمكة في شوال سنة عشر من النبوة قبل الهجرة بثلث سنين وقيل غير ذلك واعرس بها بالمدينة في شوال سنة اثنتين على راس ثماني عشر شهرا ولها تسع سنين وقيل دخل بها بالمدينة بعد سبعة اشهر من مقدمه وبقيت معه تسع سنين ومات عنها ولها ثمان عشرة سنة

آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے نسبت کی اور بیاہ کیا، مکہ میں شوال سنہ ۱۰ نبوی میں، ہجرت سے تین سال پہلے اور اس کے سوا بھی کہا گیا ہے (یعنی دو برس، ڈیڑھ برس پہلے) اور آپ نے ان کو رخصت کرایا مدینہ میں شوال سنہ ۲ھ میں، ہجرت کے اٹھارہ مہینے کے بعد اور وہ اس وقت نو برس کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ آپ نے ان کو مدینہ میں مدینہ آنے کے سات مہینے بعد (یعنی شوال سنہ ۱ھ) میں رخصت کرایا، وہ آپ کے پاس نو برس رہیں اور جب آپ نے وفات پائی تو وہ اٹھارہ برس کی تھیں،

لیجئے ولی الدین خطیب صاحب مشکوٰۃ و صاحب اکمال بھی اس باب میں وہی کہتے ہیں جو دنیا کہہ رہی ہے، پس ایسے

اجماعی مسئلہ کا جو صرف بخاری نہیں، بلکہ قرآن پاک کے سوا احادیث کے سارے صحاح، جوامع، مسانید، سنن، معاجم بلکہ اسلام کے سارے مذہبی، فقہی، تاریخی، حدیثی، سیرتی ذخیرۂ کتب و روایات کا متفق علیہ و متواتر بیان ہو اس کی تکذیب اپنے چند غلط قیاسات سے کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے،

سیرت عائشہ سے استناد

مولانا نے میری تالیف سیرت عائشہ سے بھی استناد کیا ہے جس میں نکاح کا سال شوال سنہ ۱۰ نبوی لکھا ہے، حالانکہ مولانا نے اگر غور کیا ہوتا تو واضح ہو جاتا کہ نبوت کا دسواں سال اس فرض پر لکھا گیا ہے کہ نبوت کا پہلا سال پورا لیا جائے اور تیرھویں سال میں اور صرف دو مہینے محرم اور صفر ڈالے جائیں تو اس حساب سے شوال سنہ ۱۰ نبوی کے دو مہینے ذیقعدہ اور ذیحجہ ہوئے، سنہ ۱۱ نبوی کا ایک سال، سنہ ۱۲ نبوی کا ایک سال، سنہ ۱۳ نبوی کے دو ماہ کل دو سال چار مہینے، ہجرت سے پہلے اور ربیع الاول سنہ ۱ھ سے شوال سنہ ۱ھ تک آٹھ مہینے، کل ۳۶ مہینے ہوئے، یعنی تین سال پورے ہوئے،

لیکن دوسرا نظریہ یہ ہے کہ نبوت کے پہلے سال کو ناتمام رکھ کر تیرھویں سال کو پورا کر لیا جائے، سیرت عائشہ میں نبوت کا دسواں سال نکاح کا زمانہ لکھنے میں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے ان دونوں نظریوں میں تخلیط ہو گئی ہے، نبوت کے دسویں سال کے اخیر کی جگہ گیارھویں سال کا اخیر لکھنا چاہیے، اور یہ غلطی خود اسی کتاب کی تصریحات سے بالکل ظاہر و واضح ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مولانا جیسے دقیقہ رس اور نکتہ سنج پر یہ غلطی واضح نہیں ہوئی، کیونکہ

۱۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر ان لوگوں کے قول کی تردید کے بعد جنہوں نے نبوت کے چوتھے سال کی پیدائش اور دسویں سال کے نکاح کا حساب جوڑا ہے، میں نے یہ لکھا ہے کہ:۔

" اس لحاظ سے ان کی ولادت کی صحیح تاریخ نبوت کے پانچویں سال کا آخری حصہ ہوگا، یعنی شوال سنہ ۹ قبل ہجرت مطابق جولائی سنہ ۶۱۴ع "

اب دیکھئے کہ جب شوال سنہ ۵ نبوی اور سنہ ۹ قبل ہجرت پیدائش کہہ رہا ہوں تو اس کے چھ برس بعد نکاح کی تاریخ شوال سنہ ۱۱ نبوی ہے،

۲۔ پھر صفحہ ۱۱ پر ہے کہ

" اس لحاظ سے شوال سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ۶۲۰ع میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا،"

شوال سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق مئی سنہ ۶۲۰ع وہی شوال سنہ ۱۱ نبوی ہوا،

۳- اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتا ہوں،

حضرت عائشہؓ نکاح کے بعد تقریباً تین برس میکہ میں رہیں، دو برس تین مہینے مکہ اور سات آٹھ مہینے ہجرت کے بعد مدینہ میں

کس قدر صریح ہے کہ میں نکاح کے بعد قیام مکہ کے صرف دو برس تین مہینے فرض کر رہا ہوں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں نکاح کو سنہ ۱۰ نبوی کا واقعہ قرار دے رہا ہوں،

۴- مزید تصریح کے لیے شمسی سال کا مطابق بھی لکھ دیا ہے کہ جولائی سنہ ۶۱۴ء میں ولادت (صفحہ ۱) اور مئی سنہ ۶۲۰ء میں نکاح ہوا (صفحہ ۱۹) سنہ ۶۱۴ء سے سنہ ۶۱۹ء تک پورے پانچ برس ہوئے، اور جولائی سنہ ۶۱۴ء کے چھ مہینے اور مئی سنہ ۶۲۰ء کے پانچ مہینے کل ۱۱ مہینے، غرض شمسی حساب سے دیگر مولویانہ تخمینی حساب سے نکاح کے وقت ان کی عمر پانچ برس ۱۱ مہینے کی تھی،

۵- پھر میں نے اسی صفحہ ۱۹ پر سنہ قبل ہجرت نکاح کا سال لکھتے ہوئے کہا ہے، کہ اسی کی توثیق علامہ ابن عبد البر نے بھی کی ہے" اب دیکھ لیجئے کہ جس قول کو انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ ہجرت سے دو سال پیشتر (استیعاب جلد ۲ ص ۷۵۱) اور یہ تخمیناً ہے ورنہ تدقیقاً دو سال چار مہینے ہوتے،

ان تمام تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ سیرت عائشہ کے مصنف کے نزدیک نکاح شوال سنہ ۱۰ نبوی، اور رخصتی شوال سنہ ۱ھ کا واقعہ ہے شوال سنہ ۱۰ھ میں حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال اور تین سال کے بعد شوال سنہ ۱ھ میں وہ نو برس کی تھیں سنہ ۱۲ نبوی کا پورا سال سنہ ۱۳ نبوی کا پورا سال دو برس ہوئے اور سنہ ۱۰ نبوی کے ذیقعدہ اور ذی الحجہ دو مہینے، اور سنہ ۱۴ نبوی یعنی سنہ ۱ھ کے دس مہینے، ۱۲ مہینے ہوئے پورے تین سال کا فرق ہوا،

سیرۃ عائشہ کے صفحہ ۲۱ پر میں نے لکھا ہے،

"جس دن یہ مختصر قافلہ دشمن کی گھاٹیوں سے بچتا ہوا مدینہ پہنچا نبوت کا چودھواں سال اور ربیع الاول کی بارھویں تاریخ تھی"

ان تمام تصریحات کا صاف و صریح اقتضا یہ ہے کہ سیرت کے صفحہ ۱۹ پر جو نبوت کا دسواں سال لکھا ہے، وہ درحقیقت گیارہواں سال ہے، دسواں نہیں، اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی نقلی غلطی ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کے فضل و کمال کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ وہ اس پر متنبہ نہ ہوئے ہوں،

ہجرت سے تین برس پہلے شوال میں نکاح ہونا جو لوگ کہتے ہیں وہ درحقیقت لفظی تسامح میں مبتلا ہیں، ہجرت سے تین سال پہلے سے ان کا مقصود شوال سنہ ۳ قبل ہجرت ہے نہ یہ کہ لنگر پورے تین سال، کہ گننے میں تو وہ صرف دو برس چار مہینے ہونگے، اور سنہ کہنے میں سنہ ۳ قبل ہجرت کہنا صحیح ہوگا، کہ سنہ کہنے کے لیے پورے ۱۲ مہینے کا لینا ضروری نہیں، اور سال کہنے میں پورے بارہ ۱۲ مہینوں کا تخیل آتا ہے، اسی بنا پر صحیح بخاری (باب تزویج عائشہ) میں عروہ بن زبیر سے جو یہ روایت ہے کہ

توفیت خدیجة قبل مخرج النبی صلعم الی المدینة بثلاث سنین فلبث سنتین او قریبا من ذلک ونکح عائشة وھی بنت ست سنین ثم بنی بھا وھی بنت تسع سنین (جلد اوّل ص ۵۵۱)

حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلعم کے مدینہ کی طرف نکلنے سے تین سال پہلے انتقال کیا، پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے، اور حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا جب وہ چھ برس کی تھیں، اور رخصتی کرائی جب وہ نو برس کی تھیں،

اس عبارت میں ہجرتِ مدینہ سے تین برس قبل جو کہا گیا ہے، اگر اس سے پورے تدقیقی تین سال مراد لیے جائیں تو اس عبارت سے کہ "پھر آپ دو برس یا اس کے قریب ٹھہرے" یہ مطلب ہوگا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے تخمیناً دو برس یا اس کے قریب، اور تدقیقاً ڈیڑھ ۱½ برس کے بعد حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوا، یعنی حضرت خدیجہؓ کی وفات ربیع الاول سنہ ۱۱ نبوی میں ماننا پڑے گی تاکہ ربیع الاول سنہ ۱۴ نبوی مطابق ربیع الاول سنہ ۱ ہجری میں پورے تین برس ان کی وفات کو ہو جائیں، پھر حضرت عائشہؓ کا نکاح اس کے ڈیڑھ برس بعد شوال سنہ ۱۲ نبوی میں ماننا پڑے گا، یعنی ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے جیسا کہ بعضوں نے مانا ہے، اور پھر رخصتی تین برس کے بعد شوال سنہ ۱۵ نبوی مطابق شوال سنہ ۲ ہجری میں، یہ ایک قول ہے جس کی طرف محققین کی ایک جماعت گئی ہے جس میں علامہ ابن عبدالبر، علامہ عینی، اور امام نووی وغیرہ شامل ہیں، اس قول کے بموجب حضرت عائشہؓ کی ولادت شوال سنہ ۶ میں ماننی پڑے گی،

دوسرا مطلب اس روایت کا یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے تین برس پہلے تخمیناً ہوئی یعنی سنہ ۳ قبل ہجرت، اس لحاظ سے وفات رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں ہوگی یعنی ہجرت سے تدقیقاً ڈھائی برس پیشتر، اور حضرت عائشہؓ کا نکاح اس کے ایک ہی مہینہ کے بعد شوال سنہ ۱۰ نبوی میں ہوا، اور رخصتی شوال سنہ ۱۴ نبوی یعنی شوال سنہ ۱ ہجری میں، اور اس بنا پر روایت کے اس فقرہ کا کہ "پھر آپ دو برس یا ڈیڑھ برس ٹھہرے" کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سودہؓ اور عائشہؓ سے نکاح ہو جانے کے باوجود آپ کسی بیوی کے پاس

ڈیڑھ دو برس تک بنیں گئے، پھر اس مدت کے بعد مکہ میں حضرت سودہؓ سے ملاقات کی اور اس کے ڈیڑھ برس کے بعد حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی، اس حساب سے حضرت عائشہؓ کی ولادت سنہ نبوی کا آخر ہوگا، نکاح کا زمانہ شوال سنہ ہوگا، اور رخصتی کا زمانہ شوال سنہ ہوگا، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس قول کو اختیار کیا ہو، اور روایات کی تطبیق و مراجعت سے اسی کو صحیح ثابت کیا ہے،

الغرض تمام محققین اخبار و سیر و آثار نے روایات اور ان کے مطالب کے اختلاف کی بنا پر سنین کی تعیین میں جو کچھ اختلاف کیا ہو، مگر اس امر میں اختلاف نہیں کیا ہے کہ وہ نکاح کے وقت چھ برس کی یا زیادہ سے زیادہ سات برس کی، اور رخصتی کے وقت وہ نو برس کی تھیں، یعنی ان کی عمر کے شمار کی مطابقت میں سنین ترتیب دیے ہیں، سنین کی مطابقت سے عمر کی تعیین نہیں کی ہو، دوسری عبارت میں یوں کہئے کہ ان کی عمر کا شمار اصل ہو، اور نبوی و ہجری سنین کی تعیین فرع و نتیجہ ہے، یہ نہیں کہ ہجری و نبوی سنین اصل ہیں، اور عمر کا شمار نتیجہ و فرع ہے، سنین میں اصلاح و ترمیم ہو سکتی ہے، مگر عمر کے شمار میں نہیں ہو سکتی، ھٰذا ھو المطلوب،

فریق کے دو مؤیدات

اصل دلائل کے بعد اب مؤیدات کی بحث باقی ہے، گو کہ مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ میں بھی مجیب کے مؤیدات کے جواب دینے سے اسی طرح احتراز کروں جس طرح اس نے میرے مؤیدات کے جواب دینے سے احتراز کیا ہے، حالانکہ وہ پورا مضمون جو معارف جولائی سنہ میں چھپا ہے، اس کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے، مگر صرف اس لیے کہ تحقیق حق ہو، میں مجیب کے دونوں قیاسی مؤیدات کا بھی جواب دیتا ہوں،

حضرت ابوبکرؓ کے ارادۂ ہجرت کے واقعہ سے استدلال،

قیاس کا سلسلہ یہ ہو کہ صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی صلعم میں روایت ہو جو مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق یہ ہے، کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے ماں باپ کو دین اسلام پر پایا، اور کوئی دن نہیں گذرتا تھا مگر رسول اللہ صلعم صبح اور شام ہمارے ہاں آتے تھے، پھر جب مسلمانوں پر مصائب آئے تو ابوبکر سرزمین حبش کی طرف نکلے" مولوی صاحب ممدوح نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے پہلی ہجرت (۵ نبوی) والی میں شرکت کرنی چاہی، اور اس وقت حضرت عائشہؓ صاحب ہوش تھیں، اور ہوش کے لیے پانچ چھ سال کا ہونا ضروری ہے، غالباً مولوی صاحب کے اس قیاس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حضرت عائشہؓ کی ولادت سنہ نبوی بتائیں، یا اس سے بھی ایک سال پہلے،

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ حدیث میں الفاظ یہ ہیں لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان الدین

اس کا ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے مطلب کے مطابق یہ کیا ہے کہ "جب سے میں نے ہوش سنبھالا، اپنے ماں باپ کو دین پر پایا" حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے "میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے" ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ "میں نے جب سے ہوش سنبھالا" اور "میں نے جب سے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے، ہوش سنبھالنے کا لفظ کسی قدر زیادہ سن کیلیے یا سن تمیز کے لیے بولا جاتا ہے، لیکن "جب سے میں نے اپنے ماں باپ کو سمجھا یا پہچانا" وقت سن اور تمیز کو ظاہر نہیں کرتا، اس لیے اس لفظ سے ہمارے فریق کا حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت کے وقت حضرت عائشہؓ کے پانچ چھ برس کے صاحب تمیز و ہوش ہونے پر استدلال صحیح نہیں،

اس کے بعد اس حدیث کے متعلق مجھے دو حیثیت سے بحث کرنی ہے، ایک تو اپنے جاننے محدثانہ بحث کرنا ہے، جسے خواص اور علم حدیث کے صاحب ذوق سمجھ سکتے ہیں، اور دوسری عام اور روا روی کی حیثیت سے،

پہلا طریقہ اصل یہ ہے کہ یہ حدیث چار ٹکڑوں سے مرکب ہے، ایک یہ کہ "میں نے جب سے اپنے والدین کو جانا یا پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا" دوسرا ٹکڑا "روزانہ صبح اور شام کی آمد و رفت کا ہے" تیسرا "حضرت ابو بکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ہے" اور چوتھا ٹکڑا "مدینہ منورہ کی ہجرت کا ہے" یہ حدیث ابن شہاب زہری سے مروی ہے، ان کی عادت ہے کہ اخبار و سیر کی روایات میں وہ ایک واقعہ کے مختلف اقطاعات متعلقہ کو تسلسل کے لیے جوڑ کر بیان کرتے ہیں، تمام بڑے بڑے واقعات میں انھوں نے یہی کیا ہے، مثلاً حدیث آغاز وحی، حدیث سفیان و قیصر و مصاحبین قیصر، حدیث واقعۂ افک، اور آخری واقعہ میں جیسا کہ بخاری میں ہے، اور کتب سیر میں تو ہر جگہ انھوں نے اپنی اس روش کی تشریح کر دی ہے،

یہ حدیث کتب صحاح میں سے صرف صحیح بخاری میں ہے، امام بخاری نے اپنے دستور کے مطابق اس حدیث کو کہیں پوری کہیں ٹکڑے کرکے مختلف ابواب میں درج کیا ہے، مثلاً کتاب المساجد، کتاب الکفالۃ، کتاب الادب، باب غزوۃ الرجیع، کتاب الہجرۃ،

کتاب الکفالۃ بروایت عقیل عن ابن شہاب الزہری میں صرف پہلا ٹکڑا ہے یعنی،

لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین، میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا، ان کو دین کا پیرو پایا،

نیز ابن سعد (ترجمۂ ابی بکرؓ) میں بھی بروایت زہری اتنا ہی ٹکڑا ہے،

پھر صحیح بخاری باب الادب میں والدین کی شناخت حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد اور پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے، الفاظ یہ ہیں

لم اعقل ابوی الا وهما یدینان الدین ولم یمر	میں نے اپنے والدین کو جب سے پہچانا ان کو دین کا پیرو پایا، اور رسول اللہ صلعم
علینا یوم الا ویأتینا فیه رسول الله صلعم بکرۃ	کوئی دن بھی نہیں گذرا کہ صبح و شام نہ ہمارے پاس آتے ہوں، تو ہم ایک
وعشیاً فبینما نحن جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظهیرة	دفعہ ٹھیک دوپہر کو ابوبکر کے گھر (یا گھر) میں بیٹھے کہ کسی کہنے والے نے کہا
قال قائل هذا رسول الله صلعم فی ساعة لم	کہ یہ رسول اللہ صلعم ہیں، ایسے وقت آئے کہ جو وقت آپکی تشریف آوری
یکن یأتینا فیها قال ابو بکر ما جاء به فی هذه	کا نہ تھا، تو ابوبکر نے کہا کہ اسی وقت آپ کسی خاص ضرورت سے تشریف
الساعة الا امر قال انی اذن لی الخروج	لائے ہونگے، آپ آئے تو فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہو گئی،

باب غزوۃ الرجیع میں ابن شہاب زہری سے نہیں بلکہ ابو اسامہ عن عروہ سے جو روایت ہے اس میں یہ سب کچھ نہیں ہے، بلکہ قصہ کو صرف ہجرت مدینہ سے شروع کیا ہے، کتاب المساجد میں، پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ صبح و شام کی تشریف آوری کا ذکر، پھر حضرت ابوبکرؓ کے مسجد بنا لینے کا ذکر ہے، کتاب الہجرۃ میں حدیث کے پورے ٹکڑے یکجا ہیں، مگر ترتیب اس طرح ہے، پہلے والدین کی شناخت کے وقت ان کے مسلمان ہونے، پھر آپ کی روزانہ صبح و شام کی تشریف آوری، پھر حضرت ابوبکرؓ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ اور چند منزل کا سفر، ابن دغنہ کا پناہ دیکر ان کو واپس لانا، حضرت ابوبکرؓ کا مسجد بنا کر نماز پڑھنا، ابن دغنہ کی پناہ سے نکل آنا، حضرت ابوبکرؓ کا پھر ہجرت کے لیے اذن طلب کرنا، آپ کا منع کرنا، اور ہجرت کی اجازت خدا کی طرف سے ملنے کا انتظار، پھر ہجرت کا سامان اور ہجرت،

ہر وہ شخص جس کو امام بخاری کی تبویب اور احادیث کے ٹکڑوں کی ترتیب کے سلیقہ کا علم ہے، وہ جان سکتا ہے کہ خاص قرائن کے بغیر محض ترتیب اجزاء سے کسی مختلف الاجزاء حدیث سے کسی نتیجہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، فریق کا سارا استدلال اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے، جب والدین کی شناخت، حضور کی روزانہ صبح و شام کی آمد کے بعد ہی حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کا ارادہ کا ہونا معلوم ہو، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ روزانہ صبح و شام کے وقت آنے کا تعلق آپ کی ہجرت مدینہ سے کے دنوں خاص طور سے ہے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب الادب کی روایت مذکورۂ بالا میں، اور نیز کتب سیرت میں سے ابن اسحاق کی سیرت میں یہ الفاظ ہیں:

عن عائشة ام المومنين انها قالت كان لا يخطئ رسول الله صلعم ان ياتي بيت ابي بكر احد طرفي النهار اما بكرة واما عشية حتى اذا كان اليوم الذي اذن فيه لرسول الله صلعم في الهجرة والخروج من مكة من بين ظهري قومه اتانا رسول الله صلعم بالهاجرة في ساعة كان لا ياتي فيها (ابن ہشام)

ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ آپ کوئی دن صبح یا شام کو ابوبکر کے گھر آنے میں ناغہ نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ جس دن آپ کو ہجرت اور مکہ سے نکلنے کی اجازت ہوئی، تو آپ ہمارے پاس دوپہر کو اس وقت آئے جس وقت آپ آیا نہیں کرتے تھے،

ان اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا ہوگا، کہ اصل میں ان ٹکڑوں کی ترتیب یہ ہے کہ والدین کی شناخت، پھر صبح و شام کی آمد و رفت پھر ہجرت کے دن معمول کے خلاف دوپہر کو تشریف آوری "اور ہجرتِ مدینہ"، اسی ہجرتِ مدینہ کی تقریب سے زہری نے یہ کیا کہ والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے، حضور کی صبح و شام آمد و رفت، پھر حضرت ابو بکرؓ کے حبشہ کی ہجرت کے ارادہ اور چند منزل کے سفر "اور واپسی" اور بنائے مسجد، پھر ہجرتِ مدینہ کی تفصیلات کا ذکر کیا، اس ترتیب سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حضرت ابو بکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت حضرت عائشہؓ ہوش و تمیز والی تھیں، اور اس وقت حضور روزانہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر آیا کرتے تھے، بالکل بے بنیاد ہو، حالانکہ اگر ہم اس نتیجہ کو مان بھی لیں تو بھی جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے کہ حضرت عائشہؓ کا اس وقت (حضرت ابو بکرؓ کے ارادۂ ہجرتِ حبشہ) کے وقت ہوش و تمیز والی ہونا حدیث سے نہیں ثابت ہوگا بلکہ ان کا اس عمر میں ہونا کہ وہ والدین کو اچھی طرح پہچان سکیں اور ان کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھکر یہ جان سکیں کہ یہ کچھ پڑھ رہے ہیں، اور اٹھ بیٹھ کر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے ارادہ اور چند منزل کے سفر کے بیان کے موقع پر حضرت عائشہ کاموں میں اپنی کسی قسم کی شرکت نہیں ظاہر کرتیں، جیسا کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر توشہ کے باندھنے میں اپنی بہن اسماء کے ساتھ شرکت ظاہر کر رہی ہیں،

اصل میں حضرت عائشہؓ کے بیان کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کا بیان، پھر اپنے والدین کی شناخت سے اسلام کا بیان، پھر آپ کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا بیان، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان، اس ترتیب پر میری دلیل بھی ہے، روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کے سلسلہ کا تو روایت کے رو سے ہجرتِ مدینہ کے دن دوپہر کو آنے کے ساتھ تعلق ظاہر ہو چکا، اور عقلاً بھی ظاہر ہے کہ حضور کی صبح و شام کی آمد سے ہجرتِ مدینہ کے دن دوپہر کو خلافِ معمول آنے سے ہے، اور حبشہ کی ہجرت سے اس کو اصلاً تعلق نہیں ہے،

ترتیب کے اس نکتہ کو شہاب الدین زہری نے کہیں کہیں ظاہر بھی کر دیا ہے، چنانچہ کتاب الادب باب ہل یزور صاحبہ کل یوم او بکرۃ وعشیا میں جس میں صحیح ترتیب یعنی پہلے والدین کی شناخت کے وقت سے ان کے مسلمان ہونے کا، پھر آنحضرت صلعم کی روزانہ صبح و شام آمد کا، پھر ہجرت مدینہ کے دن خلافِ معمول آمد کا ذکر ہے، اس کی روایت یوں شروع ہوتی ہے،

حدثنی عقیل، قال ابن شہاب فاخبرنی عروۃ بن الزبیر ان عائشۃ قالت لم اعقل ابوی الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یاتینا فیہ رسول اللّٰہ صلعم طرفی النھار بکرۃ وعشیا فبینا نحن جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظھیرۃ حتی قال قائل ھذا رسول اللّٰہ فی ساعۃ لم یکن یاتینا فیھا فقال ابو بکر ما جاء بہ فی ھذہ الساعۃ الا امر قال انی اذن لی فی الخروج،

مجھ سے عقیل نے کہا، ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ عائشہؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والدین کو نہیں پہچانا لیکن یہ کہ وہ دونوں دین اسلام کی پیروی کر رہے تھے، اور کوئی دن ہم پر ایسا نہیں گذرا کہ اس میں رسول اللہ صلعم صبح اور شام دن کے دونوں کناروں میں نہ آتے ہوں، تو ہم ابو بکر کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ ایک کہنے والے نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلعم آرہے ہیں، اس گھڑی میں جس میں وہ نہیں آتے تھے، تو ابو بکر نے کہا کہ اس وقت آپ کو نہیں لائی ہوگی لیکن کوئی ضرورت، اس پر آپ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت دیدی گئی،

دیکھیے اس میں پہلے والدین کی شناخت سے ان کا اسلام، پھر روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت پھر ہجرت مدینہ کے دن خلافِ معمول دوپہر کو آنا بیان کیا ہے، مگر حبشہ کی ہجرت کے ارادے کا ذکر نہیں ہے، لیکن شروع روایت پر نظر کیجئے کہ وہاں شہاب زہری اخبرنی عروۃ مجھ سے عروہ نے یہ بیان کیا نہیں ہے، بلکہ فاخبرنی عروۃ، تو یا پس، یا اس کے بعد عروہ نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کے ارادۂ ہجرت حبشہ کا ٹکڑا، والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان اور آنحضرت صلعم کی روزانہ آمد کے ذکر سے پہلے تھا جو اس باب میں بے تعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا، اور کتاب الہجرۃ میں بھی جہاں پہلے والدین کی شناخت، پھر روزانہ آمد و رفت، پھر ابو بکر کی ہجرت حبشہ پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے، روایت کے شروع میں ایسا ہی کیا ہے، یعنی اخبرنی مجھے خبر دی نہیں، بلکہ فاخبرنی ہی کہا ہے، جس سے بتانا مقصود ہے کہ اس سے اوپر کچھ بات تھی جس کی ترتیب کی رعایت نہیں کی گئی ہے، فافہم

تسلیم کرکے جواب، | لیکن چونکہ میرے اس بیان کو صرف اشارات، اور بخاری کے اجزاے حدیث کی ترتیب، اور بعض قرائن پر مبنی

جس کا تسلیم کرنا صرف حدیث کے ذوق پر مبنی ہے، اس لیے میں فریق کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، بلکہ میں ہی تسلیم کرلیتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب وہی ہے جو کتاب الہجرۃ میں ہے، یعنی پہلے والدین کی شناخت سے ان کے مسلمان ہونے کا ذکر، پھر روزانہ آمد و رفت کا ذکر، پھر حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت کا ذکر، پھر مدینہ کی ہجرت کا بیان ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے رو سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے ارادہ کا زمانہ سنہ نبوی ہے، اس حدیث میں تو کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس میں وقت اور زمانہ کی تعیین ہو، سب جانتے ہیں کہ ہجرتِ حبشہ کا واقعہ دو دفعہ پیش آیا، ایک سنہ نبوی میں جس کو ہجرتِ اولیٰ کہتے ہیں اور دوسرا سنہ میں جس کو ہجرتِ ثانیہ کہتے ہیں، اور اسی وقت حضور شعب ابی طالب میں چلے گئے ہیں، پھر ہم حضرت ابوبکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے لیے سنہ نبوی ماننے پر مجبور کیوں ہیں؟ کیوں نہ ہم اس کے چند سال بعد مانیں؟ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے زمانہ کی تعیین پر استدلال کر سکیں،

فریق کہہ سکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ ایسا ہے اور وہ فلما ابتُلی المسلمون جب مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں، یا مسلمان ستائے گئے، تب حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا، لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ستائے جانے کا زمانہ صرف سنہ تھا، ستائے جانے کے زمانے اور مراتب مختلف رہے، غلام و بیکس اور بے مددگار لوگ شروع ہی سے جبکہ اسلام کا اعلان کیا گیا، ستائے جانے لگے، ان سے بڑے لوگوں کے ستائے جانے کی باری اس وقت آئی جب کفارِ مکہ کو مسلمانوں کی ہجرتِ حبشہ کرنے کا حال معلوم ہوا اور اپنی کوششوں میں ان کو ناکامی ہوئی، اور یہ سنہ میں ہوا، جب بیاسی مسلمانوں نے ہجرت کی اور حضور بھی شعب ابی طالب میں چلے گئے اور اس وقت حضرت ابوبکرؓ مکہ میں باوجود اپنی جاہ و مرتبہ کے تنہا سے معلوم ہونے لگے ہوں گے،

پھر آنحضرت صلعم اور اکابر صحابہؓ کی جسمانی تکلیف کا واقعہ سنہ کے بعد ہوا، جب حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا، اور سختیاں سب سے زیادہ اس وقت ہونے لگیں جب کفار کو مدینہ میں اسلام کی اشاعت اور صحابہؓ کے اودھر ہجرت کرنے کا آغاز معلوم ہوا، جو سنہ سے شروع ہو گیا تھا، اس لیے جب مسلمانوں پر سختیاں ہوئیں سے سنہ کی تخصیص کیونکر ہو گئی، مسلمانوں کے ستائے جانے کی مدت تو پوری تیرہ برس ہے، اور ان تمام برسوں میں سے ہر ایک برس ہے، چنانچہ قیامِ مکہ کے آخری سالوں حضرت ابوبکرؓ کے ستائے جانے کا ذکر اسی ہجرتِ مدینہ کے تعلق سے، انہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی زبانی اسی بخاری میں مذکور ہے،

قالت استاذن النبی صلعم ابو بکر فی الخروج   کہتی ہیں کہ ابوبکرؓ نے حضرت سے مکہ سے نکل جانے کی اجازت چاہی

حین اشتد علیه الاذی فقال له اقم الخ (باب غزوۃ الرجیع)

جب ان کو سخت اذیت دی جانے لگی، تو آپؐ نے فرمایا ٹھہرو، مجھے بھی ہجرت کی اجازت خدا کی طرف سے ملنے والی ہے (پھر ہجرت مدینہ کا ذکر ہے)

دیکھیے کہ حضرت ابوبکرؓ کو سنہ ۵ میں نہیں، بلکہ سنہ ۱۳ میں سخت تکلیف دی جارہی ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ فلما ابتلی المسلمون "جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی" سے خواہ مخواہ سنہ ۵ نبوی مراد لینا ضروری نہیں، اور اس لیے اس لفظ سے حضرت ابوبکرؓ کے ارادۂ ہجرت حبشہ کی تاریخ سنہ ۵ نبوی معین کرنے پر دلیل نہیں حاصل کی جاسکتی،

آگے بڑھکر میں یہ بھی کہتا ہوں، کہ حضرت ابوبکرؓ نے نہ سنہ ۵ نبوی والی ہجرت حبشہ اولیٰ میں شرکت کی، نہ سنہ ۶ والی ہجرت حبشہ ثانیہ میں ہجرت کی، کہ ان دونوں موقعوں پر جمعیتوں کے ساتھ سفر ہوا، اور حضرت ابوبکرؓ تنہا نکلے، یہ دونوں قافلے جدہ سے گئے اور آئے، اور حضرت ابوبکرؓ یمن کی طرف برک الغماد سے رخ کر رہے ہیں، چنانچہ علماے سیر اور محدثین میں سے جو لوگ حدیث ہجرت جس سے فریق کو مغالطہ ہورہا ہے اس کے جزء اور بند کو سمجھتے ہیں، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی اس ہجرت حبشہ کے ارادہ کا زمانہ، سنہ ۵ نبوی نہیں، سنہ ۶ نبوی نہیں، بلکہ اس کے بعد متعین کیا ہے، چنانچہ ابن اسحاق نے اسکا ذکر ہجرت ثانیہ کے بعد، آنحضرت صلعم کے شعب ابی طالب میں بھی جانے کے بعد، اور نقض صحیفہ یعنی آنحضرت صلعم کے شعب ابی طالب سے سنہ ۱۰ یا سنہ ۱۰ نبوی میں نکلنے کے فوراً ہی متصل پہلے ذکر کیا ہے اور یہ روایت کی،

وقد کان ابو بکر الصدیق کما حدثنی محمد بن مسلم الزهری عن عروۃ عن عائشة حین ضاقت علیه مکة واصابه فیها الاذی ورأی من تظاهر قریش علی رسول الله صلعم واصحابه ما رأی استاذن رسول الله صلعم فی الهجرۃ فاذن له فخرج ـ ...	اور ابوبکر صدیقؓ نے جیسا کہ مجھ سے بیان کیا، محمد بن مسلم (یعنی ابن شہاب زہری) نے عروہ اور عروہ نے حضرت عائشہؓ سے کہ جب ابوبکرؓ پر مکہ کی زمین تنگ ہوگئی اور ان کو تکلیف ہوئی اور دیکھا کہ قریش رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کی تکلیف دینے پر سب ملکر ایک ہو گئے ہیں تو آپؐ ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دی تو ابوبکرؓ نکلے۔ ۔ ۔

دیکھئے یہ وہی روایت ہے، وہی سند ہے، وہ تمام رواۃ ہیں جنھوں نے بخاری کی کتاب الہجرۃ کی وہ ملی جلی روایت بیان کی ہے جس سے فریق کو مغالطہ ہوا، ابن اسحاق نے حضورؐ کی روزانہ صبح و شام کی آمد و رفت کے ٹکڑہ کو صحیح طور سے ہجرت مدینہ کے ساتھ رکھا،

اور حضرت ابوبکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت اس کو نہیں لکھا کہ اس سے اسکا کوئی تعلق نہ تھا، یہ خوشی ہے کہ ہمارے فریق نے نہایت رواداری کیساتھ بالاعلان کہدیا ہے کہ بخاری اور غیر بخاری میں کوئی فرق نہیں اس لیے ابن اسحاق کے مقابلہ میں بخاری کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ مرعوب نہ ہوگا، حالانکہ بخاری کتاب الادب میں بھی وہی ترتیب ہے جو ابن اسحاق میں ہے، اور تکلیف و ایذا کا زمانہ بھی سنہ نبوی نہیں رکھا بلکہ بعد،

محدثین میں حافظ ابن حجر کا جو پایہ ہے خصوصاً صحیح بخاری کے رموز و اشارات کے سمجھنے میں جو ان کو کمال ہے اس کی بنا پر ان کی تشریحات میں پیش کرنا ضروری ہوا آیئے دیکھیں کہ وہ "فلما ابتلی المسلمون" "جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی" سے کونسا زمانہ مراد لیتے ہیں،

فلما ابتلی المسلمون ای باذی المشرکین لما حصروا بنی هاشم والمطلب فی شعب ابی طالب واذن النبی صلعم لاصحابه فی الهجرة الی الحبشة کما تقدم بیانه خرج ابو بکر مهاجرا الی ارض الحبشة ای لیلحق بمن سبق الیها من المسلمین [illegible]

جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی یعنی مشرکوں کا ستانا جب انھوں نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور آنحضرت صلعم نے اپنے رفیقوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دی جیسا اوپر بیان گذرا تو ابو بکر سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے یعنی تاکہ جو مسلمان حبشہ پہلے جا چکے ہیں ان کے ساتھ مل جائیں،

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ جو لوگ حدیث کے اجزا کو اچھی طرح سمجھتے ہیں انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا وقت مسلمانوں کی عام ہجرت حبشہ کے بعد اور شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد کا زمانہ بتایا، یعنی سنہ نبوی کے بعد ممکن ہے سنہ نبوی ہو، یا سنہ نبوی ہو (نقض صحیفہ سے پہلے) اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اگر سنہ نبوی کی ولادت کا حساب ہو جو ابن سعد وغیرہ نے لگایا ہے تو سنہ نبوی میں بھی ان کی عمر کا پانچواں سال ہوگا، اور میری تحقیق کی بنا پر کہ سنہ نبوی کی ولادت مانتا ہوں ان کی عمر کا چوتھا سال ہوگا، اور باوجود اس کے کہ والدین کی شناخت اسلام اور آنحضرت صلعم کی روزانہ صبح و شام کی آمد کا میرے نزدیک اس ہجرتِ حبشہ کے ارادہ سے قطعاً تعلق نہیں تاہم میں کہتا ہوں کہ ایک مستثنیٰ حافظہ اور ہوش و گوش والی لڑکی کے لیے چوتھا سال اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے والدین کو نماز پڑھتے دیکھے یا قرآن پڑھتے سے قرآن کا موں کو یاد رکھے، اور زیادہ تمیز آنے پر یہ سمجھے کہ وہ یہ مسلمانوں کے کام کرتے تھے، هذا هو المراد،

دوسرا عام طریقہ

دوسرا عام طریقہ جس کا میں نے اوپر حوالہ دیا تھا، وہ یہ ہے کہ پوری حدیث ایک مسلسل واقعہ ہے، اور یہی ترتیب سے ہے جیسی بخاری کتاب الہجرۃ میں ہے، جن محدثین اور ارباب سیر کی نظر احادیث کے ان اجزاء پر نہیں پڑی، اور انھوں نے اس حدیث کو مسلسل و مرتب واقعہ مانا ہے، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کی اس ہجرت کے ارادہ کا زمانہ سنہ ۵ نبوی نہیں جیسا کہ فریق مجیب نے کہا ہے بلکہ سنہ ۱۳ نبوی قرار دیا ہے، اور جو بھی اس پر سرسری نظر ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا، اور اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ میں ناظرین کے سامنے اس متنازع فیہ حدیث کا لفظی ترجمہ کردوں، اور اہم امور کو روایت کے اصلی الفاظ میں ادا کروں، اور وہ یہ ہے:۔

ابن شہاب زہری نے کہا تو مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانا، لیکن ان کو دین کی پیروی کرتے ہوئے، اور ہم پر کوئی دن نہیں گذرا لیکن یہ کہ حضور صلعم اس میں دن کے دونوں کناروں میں صبح و شام ہمارے ہاں آتے تھے، تو جب مسلمانوں کو تکلیف دی گئی تو ابوبکر ہجرت کرکے حبشہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ جب برک الغماد پہنچے تو ان کو ابن دغنہ ملا جو قارہ کا سردار تھا، اس نے پوچھا کہ ابوبکر کدھر کا ارادہ ہے، تو ابوبکر نے کہا مجھ کو میری قوم نے نکال دیا تو چاہتا ہوں کہ زمین میں پھروں کر اپنے رب کو پوجوں، ابن دغنہ نے کہا کہ آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا، آپ غریب کی مدد کرتے ہیں، رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں، قرض دیتے ہیں، مہمانی کرتے ہیں، لوگوں کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، آپ جیسا آدمی نہیں نکل سکتا، یا نہیں نکالا جا سکتا، تو ابوبکر لوٹے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ چلا، پھر قریش کے اشراف میں شام کو گھوما، پھر ان سے کہا کہ ابوبکر جیسے آدمی نہیں نکالے جا سکتے، کیا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو غریب کی مدد کرتا ہے (صفات مذکورہ گنائے) تو قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو نہیں جھٹلایا، اور انھوں نے کہا کہ ابوبکر سے کہو کہ اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجیں، اور اسی میں نماز پڑھیں اور جو چاہیں پڑھیں، ہم کو اس سے آزار نہ پہنچائیں، اور نہ اس نماز و قرأت کا اعلان کریں کیونکہ ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کا ڈر ہے کہ وہ کہیں بہک جائیں (یعنی اسلام کے اثر میں نہ آجائیں) تو ابن دغنہ نے یہ ابوبکر سے کہا، تو ابوبکر اس پر ٹھہرے، فلبث ابوبکر بذالک، اپنے رب کو اپنے گھر میں پوجتے رہے، اور اپنی نماز کو اعلان کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے، اور اپنے گھر کے سوا کہیں قرآن نہیں پڑھتے تھے، پھر ابوبکر کی رائے بدل گئی

تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی، اور اس میں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان پر ٹوٹ پڑتے
اور وہ تعجب کرتے تھے، اور ان کو دیکھتے تھے، اور ابوبکر قرآن پڑھتے تو روتے تھے، اور ان کو اپنی آنکھوں پر قابو
نہ رہتا، اس امر نے قریش کے سرداروں کو گھبرا دیا، تو انھوں نے ابن دغنہ کو کہلا بھیجا، وہ آیا، تو انھوں نے کہا کہ ہم نے
ابوبکر کو تمھاری پناہ دینے سے اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کیا کریں، اب انھوں نے
اس سے تجاوز کیا، اب انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی ہے، نماز اور قرآن زور سے اس میں پڑھتے ہیں،
اور ہم کو اپنی عورتوں اور لڑکوں کے فتنہ میں پڑنے کا ڈر ہے، تو ان کو روک دو، اگر اس بات پر رک جائیں کہ اپنے گھر میں
اپنے رب کی عبادت کریں تو وہ کریں، اور اگر انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمھاری ذمہ داری واپس کر دیں کیونکہ ہم کو تمھاری
ذمہ داری کو توڑنا پسند نہیں، اور ہم کبھی ابوبکر کو اعلان کے ساتھ نماز اور قرآن پڑھنے نہیں دے سکتے، عائشہ کہتی ہیں کہ
ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ کس شرط پر میں نے تم سے معاہدہ کیا تھا، تو یا تو باز آجاؤ یا میری ذمہ داری
واپس کر دو، کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے کسی سے معاہدہ کیا اور وہ توڑ دیا گیا، تو ابوبکر نے کہا میں تمھاری
پناہ واپس کرتا ہوں، اور خدا کی پناہ مجھ کو کافی ہے، اور رسول اللہ صلعم ان دنوں مکہ ہی میں تھے، تو آپ نے مسلمانوں
سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تمھاری ہجرت کا مقام چھوہاروں والی دو پہاڑیوں کے بیچ کی زمین دکھائی گئی ہے، تو جس نے
مدینہ کی طرف ہجرت کی، ہجرت کی، اور بعض صحابہ جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی مدینہ کی طرف واپس آگئے، اور ابوبکر نے بھی
مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو کہ مجھے بھی امید ہے کہ اجازت دیجائے، تو ابوبکر
نے اپنے کو رسول اللہ صلعم کی صحبت کے لیے روک رکھا، اور دو اونٹنیوں کو خبط کے پتے چار مہینے تک کھلائے، ابن شہاب
نے کہا کہ عروہ نے کہا کہ ان سے عائشہ نے کہا، تو ہم ایک دن ابوبکر کے گھر میں ٹھیک دوپہر کو بیٹھے تھے کہ کسی کہنے والے نے
کہا کہ یہ رسول اللہ آرہے ہیں، منہ پر چادر ڈالے، اس گھڑی میں جس میں آپ نہیں آیا کرتے تھے، تو ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ
قربان، خدا کی قسم آپ کو اس گھڑی نہیں لایا لیکن کوئی اہم کام، آپ نے فرمایا جو تمھارے پاس اس وقت ہیں انکو علیحدہ کر دو،
عرض کی میرا باپ قربان وہ آپکی بیوی ہے، تو آپ نے ہجرت کی اجازت کا حال سنایا، حضرت عائشہ اور اسماء نے ملکر سامان درست کیا،

میں نے عام ناظرین کے سامنے روایت کے پورے الفاظ رکھ دیے جو اہل نظر ہیں انھوں نے اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کو پہچان لیا ہوگا، کہ اپنے والدین کی شناخت سے ان کو اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھنا، ایک ٹکڑا ہے، روزانہ صبح و شام آمد کا تعلق ہجرت کے دن دوپہر کے آنے سے ہے، بیچ میں ہجرت کے تعلق سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کی ہجرت حبشہ کے ارادہ کا ذکر ہے، پھر ہجرت مدینہ کا بیان شروع ہوتا ہے، مگر بہرحال مجھکو تو یہاں ایک سرسری حیثیت سے اس حدیث پر گفتگو کرنا ہے،

ایک حد تو متفقاً متعین ہے کہ مدینہ کی ہجرت کا واقعہ ۱۳ھ نبوی یعنی قیام مکہ کے آخری سال کا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام ٹکڑے وقوع اور پیش آنے میں مسلسل اور ملے ہوئے بلا فصل ہیں یا ان میں جوڑ، فصل اور عدم تسلسل ہے، اگر جوڑ اور فصل ہے تو لازم آتا ہے کہ یہ مانیں کہ حضرت عائشہؓ کی شناختِ والدین کا واقعہ الگ ہے، رسول اللہ کی روزانہ آمد و رفت کا واقعہ الگ ہے، ہجرتِ حبشہ کے ارادے کا واقعہ الگ، اور سب سے آخر ہجرتِ مدینہ کا واقعہ الگ ہے، تو اس صورت میں فریق کا یہ قیاس و استنباط کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے ارادہ کے وقت ہوش و تمیز کی حالت میں تھیں، بالکل بے بنیاد ہے، اور اگر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ واقعات اپنے وقوع میں مسلسل اور بلا فصل پیش آئے ہیں، تو ظاہر ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام واقعات ہجرتِ مدینہ کے واقعہ کے قرب میں پیش آئے ہیں، واقعات کا تسلسل جو روایت میں مذکور ہے وہ ادھر ہی لیے جاتا ہے،

فریق یہ کرتا ہے کہ پہلا اور دوسرا ٹکڑا یعنی والدینؓ کی شناخت، اور ہجرت حبشہ کے ارادہ کو تو شروع میں اٹھا کر لیجاتا ہے یعنی ۵ھ نبوی میں، اور آخری یعنی مدینہ کی ہجرت کے واقعہ کے زمانہ کو چونکہ بڑھا گھٹا نہیں سکتا اس لیے اس کو ۱۳ھ نبوی میں قائم رکھتا ہے اور دونوں کے بیچ میں آٹھ نو برس کا فصل قرار دیتا ہے جو کسی طرح روایت کے الفاظ سے ثابت نہیں ہو سکتا، اور اتنے بڑے فصل کی گنجائش اس کو مسلسل و مربوط واقعہ مان کر نہیں نکالی جا سکتی، عبارت کا حرف حرف ناظرین کے سامنے ہے پڑھ لیں، علیحدہ پس منظر سے ابوبکرؓ سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آٹھ نو برس تک توقف کا زمانہ مراد ہے، کہ اتنے عرصہ تک انھوں نے چپ چاپ گھر میں نماز پڑھی، پھر اعلان کیا، یا یہ کہ اعلان تو جلدی کیا ہو مگر قریش آٹھ نو برس تک صبر کرتے رہے، دونوں میں کوئی بات صاف نہیں ثابت ہو سکتی، پھر اس میں نماز اور تلاوت کا ذکر ہے، ۵ھ نبوی میں جب کہ تین برس کی فترہ کے بعد قرآن کے نزول کو دوسرا ہی سال تھا، اتنا قرآن نہیں ہو سکتا جو تلاوت و قرأت میں آسکے، اور نہ اس وقت باقاعدہ نماز شروع ہوئی تھی (باقاعدہ پنج وقتہ

نماز معراج میں فرض ہوئی تھی) ان قرینوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سنہ نبوی کا واقعہ نہیں ہو سکتا، بلکہ آخری سالوں کا ہی

چنانچہ محدثین اور علمائے سیر میں سے جن لوگوں نے اس حدیث کے ظاہری ربط و تسلسل کا خیال کیا ہے انھوں نے سنہ نبوی کا واقعہ قرار دیا ہے، سیرۃ حلبی میں علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں،

وفی السنة الثالثة عشر من النبوة كانت بيعة العقبة الثانية۔۔۔۔ وفی هذه السنة اراد ابو بكر ان يهاجر للحبشة فلما بلغ برك الغماد۔۔۔ (جلد ۳ مصر)	اور سنہ نبوی میں عقبۂ ثانیہ کی بیعت ہوئی ۔۔۔۔ اور اسی سال ابوبکر نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، تو جب برک الغماد پہنچے ۔۔۔۔۔۔

تاریخ خمیس فی احوال انفس نفیس میں علامہ حسین بن احمد دیار بکری سنہ نبوی کے ذیل میں لکھتے ہیں،

وفی هذه السنة هاجر ابو بكر الى الحبشة يروى انه لما ابتلى المسلمون۔۔۔ جلد اول	اور اسی سال ابوبکر نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، روایت ہے کہ جب مسلمانوں کو تکلیف دیگئی ۔۔۔ (روایت بلفظہ گذر چکی)

اب ظاہر ہے کہ اس وقت یعنی سنہ نبوی میں حضرت عائشہ کی عمر آٹھ برس کی ہوگی، اور اس وقت جب حضرت ابوبکر نے حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت عائشہ پوری عقل و تمیز کے سن میں تھیں،

ہم نے پوری تحقیقات منظر عام پر لاکر رکھدی ہے، اور ہر ممکن پہلو سے اور ہر نقطۂ نظر سے بحث کر دی ہے، جس سے بحمد اللہ ہر طرح سے عجیب شبہہ کا رد ہوگیا، اور حضرت عائشہ کی عمر جمہور علماء و مورخین و محدثین اسلام کے مطابق ماننے اور تسلیم کرنے میں فریق کو کم از کم اس حدیث کا خدشہ باقی نہ رہیگا، اب دوسرا شبہہ لیجئے،

سورۂ نجم اور سورۂ قمر کے نزول سے استدلال

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ

لقد انزل على محمد صلعم بمكة وانى لجارية العب بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر (بخاری)	بیشک مکہ میں محمد صلعم پر یہ اترا جب میں بچی تھی اور کھیلتی تھی، بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر

فریق اس حدیث کو پیش کر کے استدلال کرتا ہے کہ یہ آیت سورۂ قمر کی ہے، اور

سورۂ قمر کا نزول ابتدائی مکی زمانہ کا ہے، کیونکہ اس میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہو

کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہو گئی تھی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں

محصور کر دیا تھا، اور یہ ۷ نبوی کا واقعہ ہے (یعنی محصور کرنا)

پھر فرماتے ہیں

اور دوسرے سورۂ نجم اور سورۂ قمر کا باہم بہت تعلق ہے، جیسا کہ مفسرین نے تسلیم کیا ہے، اس لیے ان کا (قمر اور

نجم کا) نزول بھی ایک ہی زمانہ کا ہونا چاہیئے، اور سورہ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا یقینی امر ہے، پس اسی

وقت کے قریب قریب سورۂ قمر بھی نازل ہوئی ... پس ۵ نبوی یا ۴ نبوی کا ان آیات کا نزول ہے

اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس وقت لڑکی تھی اور کھیلا کرتی تھی، پھر ان آیات کو سنکر سمجھکر یاد بھی کرتی

تھی "، اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح چھ یا سات سال

ہونا قرین قیاس نہیں،

ہمارے مخدوم نے اوپر کے مقدمات میں یقینیات کا جو سلسلہ جوڑا ہے، ان میں سے ہر ایک بے بنیاد ہے، اور یہ

دو دلیلیں قائم کیگئی ہیں، جنکی الگ الگ منطقی ترتیب یہ ہے،

اول یہ آیت سورہ قمر میں ہے، سورۂ قمر سورۂ نجم کے مناسب ہے، سورہ نجم قطعاً ۵ نبوی میں اتری، اس لیے

سورۂ قمر بھی ۵ نبوی میں اتری، اور اس میں یہ آیت ہے، جسکا حضرت عائشہؓ یاد رکھنا فرماتی ہیں، اس لیے ۵ نبوی میں وہ

اتنی بڑی تھیں کہ اس کو یاد رکھ سکیں، اس لیے اگر پانچ چھ برس بھی اس وقت عمر مانی جائے تو ۱۰ نبوی میں بوقت نکاح وہ دس گیارہ برس کی تھی

اس مرتب دلیل میں کتنے بے بنیاد مقدمات ہیں، حضرت عائشہؓ تو صرف ایک آیت کا نزول اور اس کا یاد رکھنا فرماتی

ہیں، اور فریق پورے سورۂ قمر کا احاطہ کر لیتا ہے، حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن پاک میں کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں کبھی پوری

سورہ اتری، کبھی ایک ایک سورہ چند سالوں میں متفرق طور سے نازل ہو کر پوری ہوتی تھی، اور آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ

اس آیت کو فلاں مقام پر رکھو، اس لیے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ آیت مذکورہ تنہا نہیں بلکہ پوری سورۂ قمر ایک ساتھ اتری، اس وقت تک دلیل تام نہیں ہو سکتی، اگر پوری سورہ ایک ساتھ اتری تو حضرت عائشہؓ سورۂ قمر کا حوالہ دینے کے بجائے، اخیر کی ایک تنہا آیت کا حوالہ کیوں دیتیں،

سب کو معلوم ہے کہ سورہ مائدہ کی آیت الیوم اکملت لکم دینکم سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع میں اتری، اور سورۂ مائدہ کی بہت سی آیتیں اس سے برسوں پہلے سنہ ۶ھ میں اتریں جیسے تیمم کا حکم وغیرہ، جانوروں کی حلت و حرمت کے احکام جو اس میں ہیں وہ غالباً اس کے دو برس بعد خیبر کے زمانہ کی ہیں، سورۂ بقرہ کی اخیری آیتیں معراج میں مکہ میں عنایت ہوئیں مگر باقی سورہ بقرہ مدینہ میں پوری ہوئی، اسی طرح یہ سب جانتے ہیں کہ اقرأ باسم ربک کی چند ابتدائی آیتیں، اولین وحی ہیں مگر آخر سورہ میں نماز سے روکنے کا واقعہ بہت بعد کا ہے، وہ آیت جسکو سورۂ نجم کے قصہ کے تعلق سے ان باطل روایتوں میں نقل کیا گیا، اذا تمنّٰی القی الشیطان فی امنیتہ سورۂ حج میں ہے، اس لیے اس کا نزول سنہ ۵ نبوی میں نہ ہوگا، لیکن قتال کی اجازت کی پہلی آیت اذن للذین بھی اسی میں ہے جو ہجرت کے بعد بدر سے پہلے نازل ہوئی، پھر اس میں حج ابراہیمی کا ذکر ہے، وہ اس کے بھی بعد کا واقعہ ہوگا، اور اکثر آیتیں اس کی مدنی ہیں، خود قمر اور نجم کی بعض آیتیں مدنی کہی جاتی ہیں، دیکھیے روح المعانی، اسی طرح اور بھی بہت سی آیتوں کا حال تصریحی اور یقینی طور سے معلوم ہے، اس لیے ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا کسی طرح صحیح نہیں؛

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ دو متناسب سورتیں ایک ہی ساتھ یا ایک ہی زمانہ میں نازل ہوں، سورۂ نساء اور سورۂ طلاق بہت متناسب ہیں، مگر ان کے نزول میں برسوں کا فرق ہے، اور سورتوں کا بھی یہی حال ہے، سورۂ انفال اور برأت میں اتنا اتصال اور مناسبت ہے، کہ حضرت عثمانؓ نے بیچ میں فصل کی بسم اللہ بھی نہیں لکھی، مگر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ انفال کا زیادہ تر تعلق غزوۂ بدر سے ہے، جو سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے، اور سورہ برأت کا فتح مکہ کے بعد سے جو سنہ ۸ھ کا واقعہ ہے،

سورۂ نجم کے نزول کی قطعی تاریخ سنہ ۵ نبوی بتانا بھی صحیح نہیں، آپ یہ زمانہ اس لیے قطعی سمجھتے ہیں کہ یہی وہ سورہ ہے جس کو رمضان سنہ ۵ نبوی میں تلاوت کرتے وقت آپ نے یا شیطان نے نعوذ باللہ بتوں کی تعریف تلک الغرانیق کی ملا دی تھی، اور سب نے مع مسلمانوں اور مشرکوں کے سجدہ کر لیا تھا، اور یہ سنکر مہاجرین حبش نے جنھوں نے رجب سنہ ۵ نبوی میں ہجرت

شوال ۵ نبوی میں حبشہ سے واپس چلے آئے اس لیے یہ سورہ ۵ نبوی میں اتری، لیکن تمام ناقدین حدیث جانتے ہیں کہ یہ واقعہ تمامتر لغو ہے، سورۂ نجم کی تلاوت اور تمام کفار کے سجدہ کرنے کا ذکر بلا وقت کی تعیین کے اور بغیر اس کے کہ اسمیں تلک الغرانیق والا ٹکڑا ہو، اور بغیر اس کے کہ یہ واقعہ مہاجرین حبش کی واپسی کا غلط سبب بنا احادیث صحیحہ میں مذکور ہے مگر اس سے آپ کے استدلال کو کوئی تعلق نہیں، تعلق اسی وقت ہوگا کہ جب اس لغو حصہ کی شمولیت ہو، اور یہ صحیح نہیں، بلکہ اگر چند آیتوں سے پوری پوری سورہ پر حکم لگایا جا سکتا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ سورۂ نجم کا ۵ نبوی میں نازل ہونا اور حضور کا پوری سورہ کی اس وقت قرأت کرنا ناممکن ہے، کیونکہ اس سورہ کی ابتدا میں معراج کے روحانی مناظر و مشاہد کا ذکر ہے، اور معراج کی تاریخیں ۱۱ نبوی یا ۱۲ نبوی ہیں، اس لیے کیونکر ممکن ہے کہ ۵ نبوی میں یہ سورہ پوری اتری ہو اور تلاوت کیگئی ہو۔

دوم۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ طلب ہے، اور وہ یہ ہے کہ:۔

"یہ آیت سورۂ قمر کی ہے، اور سورۂ قمر میں شق القمر کے معجزہ کا ذکر ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ معجزہ ابتدائی زمانہ کا ہے کیونکہ بعد میں کفار کی مخالفت آنحضرت صلعم سے اس قدر سخت ہو گئی کہ انھوں نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا، اور یہ واقعہ (یعنی شعب ابی طالب میں محصور ہونا) ۷ نبوی کا واقعہ ہے"

اول تو اس قیاس و استنباط پر بھی وہی اعتراض ہے کہ ایک آیت سے پوری سورہ کا قیاس کرنا اور پورے سورہ کے نزول کو متعین کرنا مشتبہ اور مشکوک اور غیر یقینی ہے، پھر معجزۂ شق القمر کے وقوع کے زمانہ کو اس لیے ابتدائی بتانا کہ ۷ نبوی میں تو آپ شعب ابی طالب میں چلے گئے (محصور صحیح نہیں کہ آنا جانا، نکلنا، بند نہیں تھا، تعلقات اور خرید و فروخت کی بندش تھی) کیا آپ شعب ابی طالب میں یا اس سے نکلنے کے بعد ۹ نبوی سے لیکر ۱۲ نبوی تک اس معجزہ کو نہیں دکھا سکتے تھے، یہ کیا لزوم ہے کہ اگر آپ یہ معجزہ دکھا سکتے تو ۵ نبوی یا ۶ نبوی ہی تک دکھا سکتے تھے، کوئی اور دلیل اس کی ہو تو ہو، مگر یہ تو کوئی دلیل نہیں ہے،

علاوہ ازیں ایک دو نہیں بکثرت محدثین، اور علمائے سیر نے شق القمر کے معجزہ کی تاریخ ۵ قبل ہجرت متعین کی ہے یعنی ۸ نبوی، (دیکھو:۔ فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۴۶، قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۱۷۰، سیرۃ حلبی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، زرقانی بر مواہب جلد ۵

صفحہ ۱۲۲، تاریخ خمیس دیار بکری جلد اول صفحہ ۲۹۰، شاید غالباً ہمارے مجیب کو سنہ نبوی اور سنہ قبل ہجرت کے الفاظ میں تسامح اور تشابہ ہو گیا، حالانکہ ان دونوں میں چھ برس کے قریب کا فرق ہے، ان تصریحات کی بنا پر سورۂ قمر کا نزول کم از کم ۵ سنہ نبوی کا واقعہ ہونا چاہئے، جب حضرت عائشہؓ کی عمر کا پانچواں سال ختم یا چھٹا سال شروع ہو گا، اس لیے اس عمر میں کھیل کے وقت ایک اور صرف ایک آیت کا کان پڑ کر یاد رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے، اور خصوصاً ایک تیز اور ذہین، اور قوی الحافظہ لڑکی کے لیے، اس لیے اس دلیل سے بھی اس سورہ کے بلکہ صحیح یوں کہنا چاہیے کہ اس ایک آیت کے نزول کا وقت سنہ نبوی یا ۵ سنہ نبوی ٹھہرانا، بے ثبوت ہے،

عرب میں نکاح صغیر کا رواج

مولوی صاحب کا آخری استدلال یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے نکاح سے پہلے، حضرت عائشہؓ جبیر بن مطعم سے منسوب تھیں اور

"عرب میں چار پانچ سال کی لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا رواج نہ تھا، اور اس وقت حضرت عائشہؓ کی نسبت کا پہلے ہو چکنا بتاتا ہے کہ ان کی عمر اس وقت ایسی تھی کہ جب لڑکیوں کی نسبت یا نکاح کا عام طور پر خیال ہوتا ہے یہ بھی ایک شہادت اس امر پر ہے کہ بوقتِ نکاح حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سال سے زیادہ تھی"،

عرض یہ ہے کہ عرب میں نہ صرف کمسن بچیوں کے پیام و نسبت کا رواج تھا بلکہ شیر خوار بچیوں کے نکاح کا بھی، بلکہ حمل کے اندر جو اولاد ہو اس کے نکاح کا وعدہ بھی، ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب النکاح باب فی تزویج من لم یولد، کہ جاہلیت میں غیر مولود بچہ کا بھی پیام ہو جاتا تھا، عرب میں کمسن لڑکیوں کے نکاح کے عدم رواج سے مطلب اگر زمانۂ جاہلیت ہے، تو یہ تو ہر شخص کو معلوم ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات محفوظ نہیں ہیں جو اس عہد کے عرب کے متعلق آپ نفیاً یا اثباتاً کچھ کہہ سکیں، پھر معلوم نہیں کہ عدم رواج کا دعویٰ اس عہد کے متعلق کس دلیل پر مبنی ہے، اور اگر اسلام کے زمانہ کا عرب مراد ہے تو حضرت عائشہؓ کے علاوہ کمسن لڑکیوں کے نکاح کی متعدد مثالیں ملتی ہیں، جنکی تفصیل مولوی ریاست علی صاحب ندوی نے ایک مضمون میں لکھکر پیام صلح کے پاس بھیجی ہے، مگر جس کو وہ اب تک کسی وجہ سے شائع نہ کر سکا، اس کی دو مثالیں آپ کے سامنے پیش ہیں،

۱۔ حضرت قدامہ بن مظعونؓ صحابی نے حضرت زبیرؓ کی نومولود لڑکی سے اسی دن نکاح پڑھایا جس دن وہ پیدا ہوئی،

(مرقاة شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

۲- خود آنحضرت صلعم نے حضرت ام سلمہؓ کے کمسن لڑکے سلمہ کا نکاح حضرت حمزہؓ شہید احد کی نابالغ لڑکی سے کیا، (احکام القرآن للجصاص جلد ۲)

۳- خود مولوی صاحب نے اس حد تک تسلیم کیا کہ حضرت عائشہؓ گیارہ برس کے سن میں بیاہی گئیں،

۴- انھیں دو پر موقوف نہیں بلکہ

وتزویج غیر واحد من الصحابة ابنته الصغیر اور ایک سے زائد صحابہؓ نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا نکاح کیا،

(ترکمانی علی البیهقی ج ۱ ص ۱۴۷ و ۹۷)

۵- بالاتفاق بلا اختلاف تمام صحابہؓ، تمام تابعینؒ اور تمام ائمہ مجتہدینؒ کے نزدیک باپ کو اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردے، ایسے اجماعی مسئلہ کا انکار میں نہیں جانتا کہ اس کو کیا کہوں؟

خلاصۂ بحث

میرا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ معتبر ترین، مستند ترین، اور ایک دو کے سوا تمام متفقہ روایتوں کے مطابق چھ برس کے سن میں بیاہی گئیں، اور متفقاً بلا اختلاف نو برس کے سن میں آنحضرت صلعم کے حجرہ میں آئیں، اور تمام واقعات و سنین کی تطبیق کی بنا پر ۵ سنہ نبوی کے آخر میں پیدا ہوئیں، شوال سنہ ۱۰ نبوی میں بیاہی گئیں، اور شوال سنہ ۱ھ میں رخصت ہو کر آئیں،

مولانا محمد علی صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں جو جولائی سنہ ۲۸ء میں پیغام صلح میں شائع ہوا تھا، لکھا تھا کہ معتبر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ (حضرت عائشہؓ) اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں؛ ... اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ کی عمر اس وقت جب آنحضرت صلعم نے ہجرت سے ایک سال قبل ان سے شادی کی سولہ سال تھی"

میں نے جولائی سنہ ۲۸ء کے معارف میں مولانا محمد علی کو ٹوکا اور متعدد سوالات کئے اور دریافت کیا، کیا ان معتبر احادیث میں سے کوئی ایک حدیث بھی ایسی پیش کر سکتے ہیں، جن سے ثابت ہو کہ :-

۱- وہ اپنی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں،

۲- ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہؓ کی شادی ہوئی تھی،

۳- اور ہجرت سے ایک سال پہلے وہ سولہ برس کی تھیں (اور رخصتی کے وقت ۱۸ برس کی)

چار مہینوں کے بعد احباب کے بڑے اصرار پر، ۸ر نومبر کے پیغام صلح میں مولانا محمد علی صاحب نے جو جوابی مضمون لکھا اس میں اپنے پہلے دعووں سے ہٹکر اولاً یہ تصریحات کیں کہ:

۱- ایسی کوئی حدیث ان کو نہیں ملی جس سے یہ کہ حضرت عائشہؓ اپنی بڑی بہن حضرت اسماءؓ سے دس برس چھوٹی تھیں ثابت ہو،

۲- یہ بھی تسلیم ہے کہ ہجرت سے ایک برس پہلے حضرت عائشہؓ کا نکاح ہونا غلطی سے لکھا گیا،

۳- نکاح کے وقت ان کا سولہ برس کا ہونا صحیح نہیں،

مگر ان ہی اور صریح تصریحات کے ساتھ اب یہ نئے دعوے کئے ہیں،

۱- حضرت عائشہؓ سے اپنی عمر کے بیان میں غلطی ہوئی ہے،

۲- نکاح کے وقت (سنہ ۱۰ نبوی) میں وہ گیارہ سال سے کم نہ تھیں،

۳- اور سنہ ۲ھ میں رخصتی کے وقت سولہ سال سے کم کی نہ تھیں،

انصاف کیجئے کہ ایک حضرت عائشہؓ سے غلطی ہوئی کہ تمام محدثین و مورخین، اور رواۃ سے یکساں غلطی ہوتی، پھر کسی ایسے شخص سے جیسی کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ تھیں جنکا حافظہ اپنی قوت میں ممتاز و مستثنیٰ تھا، خود اپنی عمر کے متعلق ایسی غلطی ہونا کہ وہ اپنی گیارہ برس کی عمر کو چھ برس کی، اور سولہ برس کی عمر کو نو برس کی، اور اپنی پچیس برس کی بیوگی کو اٹھارہ برس کی عمر کی بیوگی کہدیں، اعجوبۂ روزگار ہے، حضرت عائشہؓ جس وقت رخصت ہو کر میکے لائی جاتی ہیں تو وہ جھولے پر سے اور کھیل سے اٹھا کر لائی جاتی ہیں، ان کی ماں ان کا منہ دھو دیتی ہیں، بال برابر کر دیتی ہیں، چھوٹی سہیلیاں ساتھ ہوتی ہیں، یہاں آکر بھی گڑیوں کے کھیلنے کا شوق باقی رہتا ہے، اور یہ تمام واقعات احادیث میں بالتفصیل مذکور ہیں، سوال یہ ہے کہ آیا یہ ایک نو برس کی کمسن لڑکی کا حلیہ ہے یا سولہ برس کی پوری جوان عورت کا (دیکھو مسند طیالسی ص ۲۰۵ و ۲۹۶، اور بخاری) افک کا واقعہ سنہ ۵ھ کا ہے اس وقت جمہور محدثین و مورخین کے نزدیک وہ بارہ یا تیرہ برس کی تھیں، اور مولانا محمد علی کے حساب سے ۱۹ برس کی ہونگی، واقعۂ افک کے بیان میں (بخاری) ان کی لونڈی بریرہ اور وہ خود اپنی نسبت دو جگہ جاریۃ حدیثۃ السن یعنی کمسن چھوکری کہتی ہیں، عربی جاننے والوں سے سوال ہے کہ جاریۃ حدیثۃ السن کا مصداق بارہ تیرہ برس کی لڑکی ہوگی، یا ۱۹ برس کی عورت،

برس کی عورت۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: وانا جاریۃ حدیثۃ السن لم اقرء کثیرا من القرآن، (بخاری) "میں کمسن چھوکری تھی زیادہ قرآن نہیں پڑھی تھی" یہ عذر بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ برس کی لڑکی کی زبان سے درست ہوگا یا ۱۹ برس کی عورت کی زبان سے،

آخر میں حضرت عائشہؓ کی زبان سے ان کی رخصتی کا پورا منظر سنا کر اس بحث کو ختم کرتا ہوں، فرماتی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری (ص۵۵۱) و صحیح مسلم کتاب النکاح و سنن دارمی (ص۲۹۵) میں ہے:

"مجھ سے رسول اللہ صلعم نے جب نکاح کیا تو میں چھ برس کی تھی، پھر ہم مدینہ آئے، تو بنی حارث کے محلہ میں اترے، پھر میں بیمار پڑ گئی، تو میرے سر کے بال گر گئے، ایک چوٹی سی رہ گئی، تو میری ماں ام رومان آئیں اور میں جھولے پر تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں، تو میری ماں نے مجھے چلا کر بلایا تو میں آئی، اور مجھے خبر نہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں، تو میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر کھڑا کیا، اور میری سانس پھول رہی تھی (شاید کھیل کے دوڑ دھوپ سے) یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی، پھر تھوڑا پانی لیکر میرا منہ اور سر دھویا، پھر کمرہ کے اندر لے گئیں، تو وہاں دیکھا کہ ایک کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں، انھوں نے مبارکباد دی، میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انھوں نے کچھ میری حالت درست کی تو رسول اللہ صلعم کی تشریف آوری سے حیرت ہوئی، تو انھوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا، اور میں اس وقت نو برس کی تھی"

کیا یہ حلیہ، یہ منظر، یہ حالت ایک سولہ برس کی لڑکی کا ہے، یا نو ۹ برس کی؟ پھر جو عورت اپنی رخصتی کے اتنے جزئیات یاد رکھے وہ اپنی عمر ہی بھول جائے گی، اور بلا تذبذب اور بلا شک وشبہ ہر وقت اور ہر شخص سے اپنی رخصتی کے وقت نو ۹ برس کی عمر بتانے میں غلطی کرے گی، ان هذا لعجاب،

حضرت عائشہؓ کے لیے نو ۹ برس کے سن میں رخصتی ہونا اتنا یقینی ہے کہ وہ نو برس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ متعین کر دیتی ہیں، فرماتی ہیں اذا بلغت الجاریۃ تسع سنین فھی امرءۃ "جب لڑکی نو برس کو پہنچ گئی تو وہ عورت ہے" (دیکھو ترمذی کتاب النکاح)

کیا ان تفصیلات کے بعد بھی یہ کہا جائے گا کہ وہ نکاح کے وقت بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ یا سولہ ۱۶ سترہ ۱۷ برس کی تھیں،

وما علینا الا البلاغ،

خطبۂ صدارت

شعبۂ اردو آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس لاہور

(۲)

از جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شروانی

موجودہ ادبی اور علمی ادارات

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا اس کا تعلق اردو کے دور ماضی سے تھا، اس حصہ مین ہم بعض دور حاضرہ کے مہتم بالشان اردو کے کارنامون پر روشنی ڈالنی چاہتے ہین،

۱- دار المصنفین اعظم گڈھ زمانۂ حال مین متین تعلیمی اور علمی اردو ادب کی اشاعت کی جو کوششین ہو رہی ہین ان مین یہ مجلس ممتاز شان رکھتی ہے، یہ مجلس علامہ شبلی مرحوم کے خیال کی تعمیل ہے، علامہ مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے خاص تلامذہ اور احباب نے ۱۹۱۵ء مین اس کی بنیاد ڈالی، خود علامہ مرحوم نے گوشہ نشین اعظم گڈھ کو اس مجلس کا مقام تجویز کرکے اپنے دو بنگلے وقف کر دیئے تھے، دار المصنفین ایک مجلس کے تحت انتظام ہے، جس کے ارکان ملک کے ایسے علم دوست افراد ہین جن کو علم کا صحیح ذوق ہے، نواب عماد الملک بلگرامی مرحوم اپنے حیات تک صدر نشین رہے، مولوی سید سلیمان صاحب ندوی ناظم ہین، اور مولوی مسعود علی صاحب مہتم، یہ کہنا بیجا نہ ہوگا، کہ یہی دونون روح روان ہین، عربی، اردو، انگریزی کتابون کا وسیع کتبخانہ ہے، پریس ہے، اور ان سب ضرورتون کے واسطے دار المصنفین کی خود اپنی پختہ عمارتین ہین، اب تک جو کتابین شایع ہوئی ہین ان کی تعداد تیس سے زیادہ ہے، اور باعتبار تقسیم علوم سیرۃ، فلسفہ، تاریخ علوم، تاریخ و آثار، اور ادبیات کی ہین، معارف نامی رسالہ ماہوار شایع ہوتا ہے، جو باعتبار خوبی مضامین

کے بہترین رسالوں میں شمار ہوسکتا ہے، اور جس نے علمی مضامین کا باوقار رسالہ اردو میں پیش کیا ہے، آمدنی کا بڑا حصہ مستقل ہے، گذشتہ سال باون ہزار سے زائد کی آمدنی تھی، رفقا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو خود اعظم گڈھ میں قیام کرکے تصنیف و تالیف میں مہارت حاصل کرتے ہیں، ان کے قیام کے واسطے دار المصنفین کی عمارت میں مکانات مہیا ہیں، دوسرے وہ علما ہیں جو باہر رہکر اپنی تصانیف سے دار المصنفین کو فیض یاب فرماتے رہتے ہیں، بے مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک کے بعض بہترین دماغ اس علمی مجلس میں کارفرما ہیں،

۲۔ انجمن ترقی اردو، اس انجمن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ زبان اردو کو مشرقی و مغربی علوم و فنون سے بذریعہ ترجمہ و تالیف مالامال کیا جائے" یہ انجمن بھی ایک باضابطہ مجلس کے زیر نگرانی کام کر رہی ہے، جس کے صدر سر سید کے نامور پوتے نواب مسعود جنگ بہادر ہیں، ارکان میں ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو جیسے ادب دوست بھی شامل ہیں، ۱۹۰۳ء میں قائم ہوئی، سب سے پہلے سکریٹری علامہ شبلی مرحوم تھے، اب ملک کے مشہور محقق ادیب مولوی عبد الحق صاحب ہیں، چندروز مولوی عزیز مرزا مرحوم نے بھی اس خدمت کا سر انجام کیا تھا، ۱۹۱۳ء سے اورنگ آباد (ریاست حیدر آباد) اس مجلس کا مستقر ہے، اس وقت تک حسب ذیل علوم و فنون کی کتابیں انجمن شایع کر چکی ہے،:۔

(۱)	شعر و سخن	۸	(۲)	قواعد و زبان و لغت	۷
(۳)	تعلیم و تربیت	۴	(۴)	تاریخ و سیر	۱۰
(۵)	سائنس	۷	(۶)	فلسفہ	۲

اقتصادیات ایک، مذہب ایک، جملہ ۴۰، اس وقت انجمن علاوہ اور تالیفات کے ان متعدد لغتوں کی تیاری میں مصروف ہے،

(الف) انگریزی سے اردو، یہ مبسوط اور مکمل لغت ہوگی، اس کی تیاری میں مختلف انگریزی لغات سے مدد لی گئی ہے، تکمیل ہو چکی، طباعت کا اہتمام ہو رہا ہے،

(ب) پیشہ وروں کے اصطلاحات کی لغت، یہ بھی تیار ہے، صرف تصویروں اور نقشوں کی تکمیل باقی ہے،

(ج) لغت زبان اردو،

(د) لغت زبان دکنی،

کتابون کے علاوہ دو سہ ماہی رسالے بھی شائع کرتی ہے،

اول اردو، جو بہترین اردو ادبی رسالہ کہا جا سکتا ہے، جس کے مضامین نے اردو ادب کا پایہ بہت بلند کر دیا ہے،

دوم سائنس، اس مین خالص سائنس کے مضامین ہوتے ہین، مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مقاصد و خیالات اردو دان پبلک مین مقبول بنائے جائین، انجمن ملک کے اردو کتاب خانون کی کتابون سے مدد کرتی ہے، انجمن کی شاخین (یعنی کتب خانے) سارے ملک مین قائم ہین، جن کی تعداد اس وقت ۷۶ ہے،

۳- جامعۂ عثمانیہ (عثمانیہ یونیورسٹی) عام طور پر یہ خیال ہے، اردو زبان مین صرف شعر و شاعری کا ذخیرہ متقدمین کی کوشش سے جمع ہوا، علوم و فنون کے سرمایہ کی طرف توجہ نہین کی گئی، مگر یہ خیال قلت معلومات پر مبنی معلوم ہوتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ قریباً ایک صدی سے اردو کو سائنس کے سرمایہ سے با مایہ بنانے کی کوششین جاری رہی ہین، جہان تک ہم کو معلوم ہے سب سے اول نمایان کوشش حیدرآباد دکن کے مشہور رامیر کبیر نواب شمس الامراء فخر الدین خان بہادر نے کی؛ نواب صاحب ممدوح نے ۱۲۵۰ھ (مطابق ۱۸۳۴ء) مین یعنی آج سے تقریباً سو برس پہلے سائنس کی انگریزی کتابون کا اردو مین ترجمہ کرایا، ان مین سے ایک مجموعہ کا نام (شمس الامراء کی مناسبت سے) شمسیہ ہے، یہ چھ رسالے حسب ذیل علوم کے ہین:- (۱) جر ثقیل، (۲) ہیئت، (۳) علم آب، (۴) علم ہوا، (۵) علم انظار، (۶) علم برق و گیالوی نزم و مقناطیس، ان رسالون کے ترجمہ کی کیفیت خود نواب صاحب کے الفاظ مین سننے کے قابل ہے:-

"حمد و نعت کے بعد بندۂ نیاز مند درگاہ ایزدی کا فخر الدین خان المخاطب بہ شمس الامراء اس طور پر گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابین چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرنگ مین مرقوم ہین بسبب میلان طبیعت کے بہت اس طرف شوق رکھتا تھا میری ساعت مین آئین، اس بابت سے چند مسائل اون کے ازبر تھے اور اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبان عرب و عجم مین بھی مشہور ہین، چنانچہ علم جر ثقیل اور علم انظار وغیرہ

مگر اس قدر نہین ہین کہ جیسا اب اہلِ فرنگ نے ان کو دلائل اور براہین سے بدرجۂ کمال اثبات کیا ہے، بلکہ بعض علوم اہلِ فرنگ مین ایسے رواج پائے ہین کہ ان کا نام بھی یہان کے لوگون نے نہین سنا، چنانچہ علمِ آب اور ہوا اور برق اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ مبتدیون کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبانِ فرنگ سے ایسی ترجمہ کی جائے کہ فرصتِ قلیل مین اس کی معلومات سے طالبون کو کچھ کچھ فائدہ میسر ہووے، اس واسطے کہ اگر بڑی بڑی کتابون کا ترجمہ ہوگا تو طالبون کے ذہن پر اس کے مطالعہ کا بار ہوگا .... چنانچہ ان دنون مین حسب مدعا چند رسالے مختصر علوم فلاسفہ کے بطریق سوال و جواب کے لکھے ہوئے ریورنڈ چارلس صاحب کے انگریزی زبان مین جو سنہ ۱۸۱۵ء مین بیچ شہر لندن کے چھاپے گئے تھے، بہم پہونچے، .... میر امان علی دہلوی اور غلام محی الدین حیدرآبادی اور مسٹر جونس اور موسی تندوسی کو جو ملازمانِ سرکار ہین، حکم کرتے ہین آیا کہ اس علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو زبان مین ہمارے روبرو ترجمہ کرین، چنانچہ بفضل حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ چھ رسالے ترجمہ ہوئے، مگر بعضے اسماء انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی مین نہ میسر ہوئے ان کو اسی زبان اصلی پر بحال رکھنے مین آیا" ....

یہ رسالے سنہ ۱۲۵۶ھ مین سرکار شمس الامراء کے چھاپہ خانہ مین ٹائپ مین چھپے ہین، منجملہ ستہ شمسیہ کے دوسرا پانچوان اور چھٹا رسالہ میرے پاس بھی ہے، اشکال اور نقشون سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہتمام اور صحت کے ساتھ مثل انگریزی نقشون کے چھاپے گئے ہین، ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ ان رسالون کا طرزِ املا بجنسہ وہی ہے جو آج کل رائج ہوا ہے، اور جس کو پنجاب سے منسوب کرتے ہین، یاے معروف اور یاے مجہول اور اظہارِ نون اور اخفاے نون کا املا ٹھیک آج کل کے قاعدے کے بموجب ہے، نیز نامون پر اور خاص خاص الفاظ پر خط بھی کھنچا ہوا ہے، شمس الامراء بہادر نے صرف ترجمہ اور اشاعت پر ہی اکتفا نہین کی بلکہ ان کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ بھی جاری کیا جس کا نام مدرسۂ فخریہ تھا جس کے مٹے ہوئے نشان اب تک باقی ہین،

ایک مکمل نسخہ ستۂ شمسیہ کا میرے یہان مطبع اسلامیہ مدراس کا چھپا ہوا ہے، جو سنہ ۱۲۷۳ھ مطابق سنہ ۱۸۵۶ء مین شایع ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہو کہ رسالے پبلک مین مقبول بھی ہوئے،

اس کے علاوہ اور بھی شخصی کوششین سائنس کو زبان اردو مین لانے کی ہوتی رہین، چنانچہ ڈاسی اپنے لکچر (دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء) مین لکھتا ہے، "ہندوستانی زبان کی ان کتابون مین سے جو حال مین شایع ہوئی ہین، بہت سی سائنس جغرافیہ قانون اور دوسرے علوم پر ہین،" دہلی کالج نے بھی علمی تراجم کی خدمت انجام دی تھی،

اسی سلسلے مین سر سید احمد خان مرحوم و مغفور نے ایک منظم اور باقاعدہ کوشش سنٹفک سوسائٹی قایم کرکے فرمائی، یہ سوسیٹی بمقام غازی پور سنہ ۱۸۶۳ء مین قائم ہوئی، "ڈیوک آف آرگائل وزیر ہند اس کے مربی (پیٹرن) تھے اور ممالک مغربی و شمالی اور پنجاب کے لفٹنٹ گورنر نائب مربی، اور دور دور دراز صوبون کے بہت رئیس اور ذی عزت ہندو مسلمان ارکان،" اس سوسیٹی نے قریب چالیس کے چھوٹی بڑی علمی اور تاریخی کتابین انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرائین (حیات جاوید حصۂ دوم صفحہ ۲۶) مگر یہ تمام کوششین نور علم کے پھیلانے مین وہی مرتبہ رکھتی ہین جو سورج نکلنے سے پہلے روشنی کا ہوتا ہے، ابھی طلوع آفتاب کا انتظار تھا جو عثمانیہ یونیورسٹی کی شکل مین طالع ہوا،

جامع عثمانیہ اس عہد کا ایسا شاندار اور نتیجہ آفرین کارنامہ ہے جس نے علاوہ علوم و فنون کی حقیقی خدمت کے زبان اردو کو اس قابل بنا دیا ہے کہ علمی زبانون کی مجلس مین شامل ہو سکے،

اس یونیورسٹی کے قیام کا مقصد حضور نظام کے فرمان مبارک مترشدہ ۴ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۶ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء مین حسب ذیل درج ہے :-

"ممالک محروسہ کے لئے ایک ایسی یونیورسٹی قائم کی جائے جس مین جدید و قدیم مشرقی و مغربی علوم و فنون کا امتزاج اس طور سے کیا جائے کہ موجودہ نظام تعلیم کے نقائص دور ہو کر جسمی، دماغی و روحانی تعلیم کے قدیم و جدید طریقون کی خوبیون سے پورا فائدہ حاصل ہو سکے، اور جس مین علم پھیلانے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک طرف طلبار کے اخلاق کی درستی کی نگرانی ہو، اور دوسری طرف تمام علمی شعبون مین اعلیٰ درجہ

کی تحقیق کا کام بھی جاری رہے، اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہئے کہ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو قرار دیا جائے، مگر انگریزی زبان کی تعلیم بھی بحیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم پر لازمی گردانی جائے"

"غور وخوض کے بعد اس فرمان واجب الاذعان کی تعمیل مین محکمہ تعلیمات سرکار عالی نے فوراً جامعہ کی عملی تجویز کو عمل مین لانے کے لئے ابتدائی کام شروع کیا، اور اس کے شعبۂ فنون ودینیات کی نصاب پر غور کرنے کے لئے کمیٹیان قائم کی گئین، اور ان کمیٹیون نے نصابون کے جو مسودے تیار کئے وہ انگلستان اور ہندوستان کے تعلیمی حلقون مین گشت کرائے گئے، اور ترقی خواہان جامعہ کو اس امر کے علم سے اطمینان ہوا کہ تعلیم کے متعلق جن نتائج پر وہ پہونچے تھے، ان کو تعلیم کے سر برآوردہ ماہرون نے کم وبیش پسند کیا"

" جامعہ کا یہ پہلا تعمیری کام تھا کہ ایک شعبۂ تالیف وتراجم قائم ہوا جس مین اولاً آٹھ قابل مترجمون کا تقرر عمل مین آیا، اور یہ کام ملک کے ایک مشہور ادیب اور مصنف کی نگرانی مین دیا گیا"

بہت صبر آزما کام وضع اصطلاحات کا تھا، اس پر جان فشان مباحث ہوئے، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے مختلف علوم کے ماہر علماء کی ایک کمیٹی شعبۂ ہذا کے ساتھ ہے جو وضع اصطلاحات کی خدمت انجام دے رہی ہے، مہر ۱۳۲۸ف م اگست ۱۹۱۱ء مین "کلیہ جامعہ عثمانیہ" (عثمانیہ یونیورسٹی کالج) کا افتتاح ہوا، پہلا امتحان انٹرمیڈیٹ کا ۱۹۲۱ء مین، اور بی اے کا ۱۹۲۳ء مین ہوا، اب یونیورسٹی ایم اے تک تعلیم دے رہی ہے، شعبۂ فنون مین حسب ذیل فنون کی تعلیم جامعہ عثمانیہ مین بزبان اردو ہو رہی ہے، ۱۔ تاریخ (مشرقی ومغربی قدیم وجدید) فلسفہ، اقتصادیات، ریاضیات (نظری وعملی) طبیعیات، کیمیا، قانون، نباتیات، حیاتیات، انجینیری، طب (ڈاکٹری) ممتحن باہر کے علماء بھی ہوتے ہین، ان علماء کی جو رپورٹین نتائج امتحان کی بابت موصول ہوتی ہین، ان مین تسلیم کیا گیا ہے کہ طلباء نے خوب سمجھ کر پڑھا، اور ان کے جوابون سے خیالات کی جدت اور تازگی ظاہر ہوتی ہے، متعدد انٹرمیڈیٹ کالج اس یونیورسٹی سے ملحق ہوچکے ہین جنہین ایک زنانہ بھی ہے، مستقل عمارت کے لئے چودہ سو ایکڑ زمین حاصل ہوچکی ہے ایک کرور روپیہ مصارف کے لئے منظور فرمایا گیا ہے، سالانہ مصارف دس لاکھ روپیہ سے زائد ہین،

دارالترجمہ نے اب تک ایک سو گیارہ کتابین حسب ذیل علوم کی شایع کی ہین،

(انگریزی سے ترجمہ ہوئین) فلسفہ ۹، قانون ۴، سائنس ۲۲، ریاضی ۱۵، معاشیات ۲، تاریخ ۴۸، جغرافیہ ۲، جملہ ۱۰۱،

(عربی سے ترجمہ ہوئین) فلسفہ ۱، تاریخ ۴، جملہ ۵

(فارسی سے ترجمہ ہوئین) تاریخ ۵،

ستر کتابین ترجمہ ہونے کے بعد بعض زیر نظر ثانی ہین یا طبع ہو رہی ہین، ان مین ڈاکٹری کی ہین، اور انجینیری کی ۶۵، کتابین زیر ترجمہ ہین، جملہ ۲۴۶،

علاوہ تراجم کے ۸ کتابین تالیف ہو چکی ہین، ہندوستان کی اکثر یونیورسٹیون نے جامعۂ عثمانیہ کو تسلیم کر لیا ہے، اور انگلستان مین شمالی مجموعے نے (Northern groups) آکسفورڈ اور کیمبرج اور لندن کی یونیورسٹیان، یہان کے طلبا کو اسی رعایت سے اپنے یہان داخل کرتی ہین جس رعایت سے ہندوستان کی دوسری یونیورسٹیون کے طلبا کو داخل کرتی ہین، انگلستان کے انڈین سول سروس کے امتحان مین بھی جامعۂ عثمانیہ کے طلبار کا داخلہ حکومت ہند منظور فرما چکی ہے،

خاتمہ،

مین ممنون ہون کہ آپ نے میری پریشان بیانی صبر و تحمل سے سماعت فرمائی، مجھکو اردو کے متعلق ماضی و حال کی جو داستان کہنی تھی عرض کر چکا، اب مذکورۂ بالا بیان پر ایک نظر اور چند خیالات کا اظہار خاتمۂ تلبیہ اردو کی جو تاریخ مختصراً مین نے عرض کی ہے، اس سے واضح ہوا ہوگا کہ اس زبان کی پیدایش دیسی اور پردیسی زبانون کے میل جول سے ہوئی ہے، زبانون کا یہ میل جول ابتدا ہی سے اس ربط اور انس کا نتیجہ تھا جو اہل زبان کے باہم پیدا ہوا، تاریخ سندھ کا جو واقعہ شروع مین عرض کر چکا ہون وہ ابتدائی ربط کے ثبوت کے لئے کافی ہے، زمانہ مابعد مین گیا، ہوا اس کی کیفیت حال کے سب سے زیادہ مشہور ملکی مورخ کی زبانی سنئے جس

ہو گی، پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے سال حال کے آغاز مین جو پر مغز تاریخی لکچر مدراس یونیورسٹی کی سرپرستی مین بمقام مدراس بہ عنوان (India Through The ages) دیئے، ان مین مسلمانون کے عہد کی حسب ذیل دس نعمتین شمار کی ہین، خلاصۃً،

(۱) بیرونی ممالک سے ازسرنو تعلقات،

(۲) اندرونی امن،

(۳) انتظام کی یکسانی،

(۴) شرفاء مین خواہ کسی مذہب کے ہون لباس و رسم کی یکسانی،

(۵) انڈو سیرسین، دستکاری جس مین قرہٖن و ہلی کے ہندو، اور چینی اسکول ضم ہو گئے ہین، ایک نئی طرز عمارت لطیف مصنوعات کی ترقی، (یعنی شال، پچیکاری، کمخواب، ململ، قالین وغیرہ)

(۶) ایک عام زبان جس کا نام ہندوستانی یا ریختہ ہے، اور سرکاری نثر کی طرز (جو زیادہ تر ہندو منشیون نے تحریر فارسی مین ایجاد کی، اور جس کو مرہٹہ چٹ نویسون نے بھی اپنی زبان مین رائج کیا)

(۷) ہماری دیسی زبان کا عروج جو اس امن اور مالی خوشحالی کا نتیجہ تھی جو دہلی کے شہنشاہی کے دور مین نصیب ہوئی،

(۸) توحید مذہب کا احیاء اور تصوف،

(۹) تاریخی ادب،

(۱۰) ملکی اور جنگی آئین مین ترقیان،

اس فہرست پر ایک نظر ہی ثبوت اس امر کا ہے کہ عہد مذکور مین ہندو اور مسلمانون نے کس طرح مل کر باہمی کوشش سے صنعت، زبان اور آئین کو ترقی دی، امن اور خوشحالی نے جو شگفتگی دلون اور دماغون مین پیدا کی اس کا جلوہ جمنا کے کنارے تاج کی صورت مین اور بزم عیش مین قالین و شال کی شکل مین نمایان ہے۔

اسی ربط کی بہا سنے اردو ادب کو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مقبول بنا دیا، آج ریاست میسور میں اردو اسکول جاری ہین، گذشتہ سال آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس مدراس مین ہوا تو اس مین ایک رزولیوشن یہ پاس ہوا کہ اندھرا یونیورسٹی مین اردو مین تعلیم کا بھی اہتمام ہو، ہندوستان کے باہر کابل کے کالج مین اردو کی تعلیم کا انتظام[1] ہے، حجاز کی بندرگاہ جدہ مین ایک دہی بیچنے والے حبشی کو صدا لگاتے سنا " دہی لو دہی،" آسام بھی جہان مسلمانون کی سلطنت کو کبھی استقلال حاصل نہین ہوا، اردو کے زیرنگین آگیا ہے، یہ تسلیم ہے کہ نہ صرف اردو کی ترقی عہد گذشتہ مین ہوئی بلکہ تمام دیسی زبانون نے فیض پایا، بنگالی زبان کی نسبت بنگال کے مشہور اہل علم ڈاکٹر دنیش چندر سین رائے بہادر لکھتے ہین :۔

" ہمارے علم ادب کا سب سے ممتاز دور جو تھا ہے جس کا آغاز وشنو یون سے ہوتا ہے جنھون نے سولھوین صدی عیسوی مین اسلام کے اثر سے متاثر ہو کر سوسائٹی کے شیرازہ کو اتحاد و اخوت عامہ کے اصول پر دوبارہ درست کیا، وشنو یون کے ادب مین فطرت انسانی کی نزاکت اس کے حسن کی لطافت اور نفاست کی تصویر اس خوبی سے کھینچی گئی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بلند تر پایۂ کمال کا حاصل کرنا ممکن نہین، ۔۔۔۔۔۔۔۔ اس زمانہ مین سر رابندر ناتھ ٹیگور نے اسی وشنوی چمن سے گل چینی کی ہے، ۔۔۔۔۔۔۔ بنگال مین ایک خاص بات یہ تھی کہ ہندوؤن کے ساتھ مسلمانون نے بھی علم ادب کی ترقی مین ساتھ دیا، اس زمانہ مین ان دونون قومون مین باہمی مدارات، اور روا داری کے خیالات اس قدر قوی تھے کہ آج کل کے سیاسی معاملات مین حصہ لینے والون کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے، بہت سی بنگالی تصنیفین موجود ہین جن مین ایسے مسلمان بزرگون کے حالات درج ہین جنھین ہندو مسلمان دونون مقدس سمجھتے تھے "

ایک اور موقع پر لکھتے ہین :۔

---

[1] سیاحت نامہ منشی شمس الدین صاحب،

"ہماری زبان اور علم و ادب در اصل ملک کی ملی جلی آبادی اور ہندو مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔"[1]

اسی مضمون کے حواشے کے نمبر ۳ تشریح میں بیان کیا ہے کہ بنگالی ادب کی ترقی میں اسلامی توحید نے حصۂ عظیم لیا۔

اب ایک دوسرے دیسی ادب پر نظر ڈالئے یعنی برج بھاشا، گرائرسن کی جس تاریخ کا ہم نے اوپر کئی مرتبہ حوالہ دیا ہے، اس میں مغلیہ سلطنت کے عہد کو برج بھاشا، بیسواڑی اور بہاری زبانوں کا دور اقبال (AUGUSTANAGE) بتایا ہے، لکھا ہے کہ اس لٹریچر کی قدر ہمایوں بادشاہ کے زمانہ سے شروع ہوئی، سب سے پہلے ملک محمد جائسی نے میدان ترقی میں قدم رکھا، شاہان مغلیہ بہت بڑے مربی ان زبانوں کے تھے، ان کے زوال کے ساتھ یہ بھی تباہ ہو گئی، مرہٹوں کا زمانہ ان زبانوں کی ادبی ویرانی کا تھا، خلاصۂ، ذرا اس جان پرور عالم کو دیکھو کہ اکبری نورتن کے جوہر فرد خان خانان کی مجلس میں ایک طرف عرفی ونظیری کی تربیت وقدر دانی ہو رہی ہے، دوسری جانب سورداس اور تلسی داس (رامائن کے مؤلف) کی اکبر جہان سلطنت کو بڑھا رہا ہے وہاں فنون لطیفہ کی پرورش میں بھی مصروف ہے، فن تعمیر مقبرہ ہمایوں تک ترقی کر گیا ہے، جس کی دوسری منزل آگرہ کا تاج تھا، فن مصوری میں چینی اور ہندو دونوں مصوریاں مل کر وہ چہرے تیار کر رہے ہیں جن پر نادرہ زمانی منصور اور میر کلاں کو ناز ہے، فن موسیقی میں میاں تان سین کی قدردانی ہے جو گوالیار کے مشہور عارف باللہ حضرت محمد غوث کے دامن شفقت کے سایہ میں اکبری دربار میں پہونچے ہیں، فارسی ادب سحر حلال کا رنگ پیدا کر رہا ہے، فیضی کی نلدمن تصنیف ہو رہی ہے تو تلسی داس رامائن لکھنے میں مصروف ہیں، گرائرسن نے تلسی داس کی تعریف جس بلند آہنگی سے کی ہے اس سے زیادہ مشکل ہے، لکھا ہے کہ "گوتم بدھ کے بعد ہندوستان نے ایسا سپوت پیدا نہیں کیا، توحید اور صحت نظر نے اس کے کلام کو حقیقت کا رازداں بنا کر بقائے دوام کا خلعت دیا"، سوال یہ ہے کہ توحید اور صحت نظر کہاں سیکھی؟ جواب واقعات سے سنو! اسی اکبری دربار میں، توحید تو وہی ہے جس نے بنگالی

---

[1] مضمون ڈاکٹر دنیش چندر سین رسالہ ادو جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۹۳ و ۳۹۰۔

ادب کو سنبھالا، صحیحِ نظر مین مغلون سے کوئی بازی لے جائیگا؟ واقعات بابری اور تزک جہانگیری مین اس کا روشن ثبوت دیکھ لو، محمد اکرم صاحب نے اپنی مذکورہ بالا تاریخ مین تلسی داس کی ایک دستی تحریر کا عکس شامل کیا ہے یہ فارسی خط مین ہے، جس مین ایرانی شان ہے، سر لوح "اللہ اکبر" لکھا ہے، اس سے سمجھ لو کہ تلسی داس کے ادب مین کیا رنگ جلوہ فرما تھا، ادب اردو اسی الفت کے سایہ مین پرورش پاتا رہا، ہندوستان مین طوائف الملوکی ہوئی، سارا ملک میدان کارزار تھا، تاہم اول تو مہا پاپ، ہندو مسلمان سوال پیدا ہی نہین ہوا، دوسرے ادب کی مجلسین الفت کے وہ میخانے تھین جہان دلون کی ساری کلفتین دور ہو جاتی تھین، سے

دماغِ دل درین جایگاہ گاہے چاق میگردد

خدا آباد تر ساز د خرابات محبت را

ذکر میر جو حال مین انجمن ترقی اردو نے شائع کی ہے ملاحظہ ہو، یہ میر تقی میر کی لکھی ہوئی آپ بیتی کہانی ہے، وقت وہی ہے کہ سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا، ہر طرف سے حوصلہ مندی تلوارین کھینچ کر میدان مین آ کودی، خود میر صاحب بھی لڑائی کے معرکون مین شریک ہین، مگر ساری کتاب پڑھکر فرقہ بندی یا تفریق مذہب کی بو بھی دماغ مین نہین آتی، مثلاً پانی پت کا درانی معرکہ میر صاحب تفصیل سے بیان کرتے ہین، مگر ایک حرف ایسا نہین لکھے جس سے نفرت یا تنگ خیالی عیان ہو، ایک موقع پر لکھتے ہین، "حقیقت ہر دو لشکر آن کہ اگر دکھنیان جنگ گریز کہ طور قدیم آنہا بود مے جنگیدند اغلب کہ غالب می گردیدند"

مرزا غالب کے جس تیر الفت کے گھائل میر مہدی مجروح ہین، اسی کے کشتہ مرزا ہرگوپال تفتہ ہین، یہی نشۂ الفت کی رسائی تھی کہ ادب اردو کی پرورش ہندو مسلمانون نے مل کر ابتدا سے آخر تک کی، اردو شعرا کے تذکرے دیکھو، شمالی ہند مین پہلا دور خان آرزو سے قائم ہوتا ہے، ان کے ساتھ رائے انند رام مخلص ہین، جو بہار ہین، متوسطین مین پنڈت چندر بھان برہمن، اپنے وقت مین رائے سرب سنگھ دیوانہ استاد وقت ہین، جن کے ایک شاگرد جرأت کے استاد بھی ہین، یعنی حسرت، مگر پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی کو سارا ہندوستان مانے ہوئے ہے

علیٰ ہذا القیاس یہ تو شعراء تھے، ہندو امراء نے بھی قدردانیوں سے دل بڑھا کر کمال کی سرپرستی کی راجہ شتاب رائے ناظم بنگال و بہار کی قدردانی مشہور ہے، اردو شعر بھی کہتے تھے، ان کے بیٹے راجہ بہادر تخلص بہ راجہ اردو کے شاعر تھے، میر تقی میر جن کے ممنون کرم ہیں، انہی میں راجہ جگل کشور بھی ہیں، مہاراجہ چندو لال کی قدردانیاں آج تک ضرب المثل ہیں، پٹنہ میں دور آخر میں کنور کھڑگ بہادر نے (جو معاصر تھے شاہ الفت حسین فریاد استاد سید محمد علی شاد مرحوم کے) اردو کے ایسے مشاعرے کئے کہ اب تک یاد ہیں، ہر مشاعرے میں تین چار ہزار روپیہ خرچ کرتے تھے، (حیات فریاد از شاد)

آج بھی دکن میں یمین السلطنت مہاراجہ سر کشن پرشاد کی سرکار قدردان شعراء ہے، جب تک اردو کا ادبی دور رہا یہ میخانہ الفت دھرم و نشان ارہا، و فوی دو رمین دوسرے ہی رنگ کھلے، اور یہی کشش کچھ نتائج آج آنکھوں کے سامنے ہیں،

زیادہ شکوہ عربی فارسی کی آمیزش کا ہے، افراط ہر چیز میں بری ہے، آمیزش اعتدال کی حد تک رہکر بھی قابل اعتراض ہو تو سوال یہ ہے کہ اردو کو زبان عام بننے کی قوت کس نے بخشی، ہمارے ملک میں ہزاروں زبانیں ہیں جن کی تفصیل سر جارج گرائرسن کی ایک شتر بار تصنیف میں سمائی ہے، مگر یہ سب کی سب اپنے ہی دائرہ میں ہیں، اگرچہ بعض نے ان میں سے بہت کچھ ترقی بھی کی ہے، اس کے علاوہ عربی فارسی کی آمیزش صرف اردو ہی میں تو نہیں، ملک کی دوسری زبانیں بھی اس سے فیض یاب ہیں مثلاً بنگالی بابو صاحب کی جس تحریر کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے اسی میں ایک مایہ ناز بنگالی مصنف کی نسبت لکھا ہے، "اس شخص کی تحریر گویا ایک قسم کی پچیکاری ہے، جس میں فارسی کو بنگالی کے ساتھ وصل کیا ہے،" اس مؤلف کی تصانیف کو مضمون نگار نے بنگالی کے ادبی جواہرات میں شامل کیا ہے، ترقی یافتہ مرہٹی زبان میں پچیس فی صدی الفاظ فارسی کے ہیں، (رسالہ اردو اپریل ۱۹۲۱ء) گوشہ نشین زبان "کوکنی" میں بھی دس فیصدی "دو سامی" الفاظ (عربی فارسی) ہیں، (رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۲ء)

نینی تال کے قریب سرد ہواؤن سے جب میدانی تپش سے جھلسے ہوئے مسافرون کے تن بدن مین جان آتی ہے، تو ان کی آنکھین ایک روح پرور چشمے سے ٹھنڈی ہوتی ہین جو سنگ مرمر کے شفاف گئوکھ سے گرتا ہے، اس چشمہ پر سنسکرت کا یہ مقولہ لکھا جس کا ترجمہ اردو مین بھی درج ہے،" جو کوئی آدمی پانی کے چشمہ کو نقصان پہونچاتا ہے وہ دوزخ مین داخل ہوتا ہے" کیا یہ رشیون کا قول ہماری عبرت کے لئے کافی نہین، جو اب سے سرچشمہ کو جو پریم کا امرت پلاتا تھا، زہر آلود کرتے ہین، کیا اس کا وقت ابھی نہین آیا کہ ہم محض ملک اور نیشن کی بہبودی کے لئے ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرین کہ جو زبان رفتہ رفتہ ترقی کرکے ملک کی عام زبان بن چکی ہے، جدید علوم و فنون کی درس تدریس کی استعداد پیدا کر چکی ہے، اس کی سرپرستی کرین، اور سب کے سب مل کر پھر اس بادہ الفت سے سرشار نظر آئین، ہمارے بچے بقول ایک ماہر تعلیمات کے سوتیلی مان کا دودھ چھوڑ کر سگی مان کے دودھ سے پرورش پائین،

اسی سلسلے مین یہ تجویز شاید بے جا نہ ہو کہ اس اجلاس شعبۂ اردو کی یادگار مین پنجاب مین انجمن ترقی اردو کی شاخ قایم ہو، جو متفقہ کوشش سے پنجاب مین اردو کی قدیم نشوونما کی تحقیقات کرے، اور پروفیسر شیرانی نے جس کام کا آغاز، "پنجاب مین اردو" لکھکر کر دیا ہے اس کو انجام تک پہونچائے،

لطف و کرم کا کر رسپاس مہر خاتمہ ہے،

ارض القرآن

حصّہ اوّل

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل، کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر و موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے ضخامت ۲۲ ۴ صفحے۔ قیمت ع۸ر "منیجر"

دیوانِ نظامی کے قلمی نسخے

از

جناب مولوی قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڈھی

نسخون کی قلت نظامی کے دیوان کے صرف چند نسخے اس وقت دنیا مین پائے جاتے ہین، حالانکہ دنیا کا کوئی مشرقی کتبخانہ خمسۂ نظامی کے متعدد قلمی نسخون سے خالی نہین ہے، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نظامی کا کلام ان کے زمانہ کی روش سے الگ تھا جس کی وجہ سے وہ مقبول عام ہو کر شہرت دوام نہ حاصل کر سکا، اس مین شک نہین کہ نظامی کو مثنوی گوئی کی حیثیت سے تمام شعرائے ایران پر تفوق حاصل ہے، اور اس میدان سخن مین سوائے فردوسی کے کوئی ان کا حریف مقابل نظر نہین آتا، لیکن ان کا رنگ تغزل اس قدر پھیکا رہا کہ لوگون کو ان کے کلام کی طرف زیادہ رغبت نہین ہوئی، ان کے قصائد اور غزلیات وغیرہ جو دیوان کے موجودہ نسخون مین پائے جاتے ہین، نیز ان کے منتخب اشعار جو کتب تذکرہ مین منقول ہین، ان کا رنگ زیادہ تر متصوفانہ اور واعظانہ ہے، قصیدہ نویسی کا فن جس مین ان کے معاصرین خاقانی، ابو العلاء، ظہیر فاریابی، وغیرہ کو ید طولیٰ حاصل تھا، اس مین بھی نظامی کے ہان وہی خشک پند و موعظت کا انداز ہے، غرض کہ ان کے کلام مین وہ چاشنی سخن نہین پائی جاتی جو خسرو، سعدی اور حافظ کا طغرائے امتیاز ہے، یہی وجہ ہے کہ جس قدر ان کی مثنویون کی قدر و منزلت اور ان کو بقائے دوام نصیب ہوئی وہ ان کے دیوان کو حاصل نہین ہو سکی،

رسالۂ معارف بابت فروری ۱۹۳۲ء مین میرا ایک مضمون دیوان نظامی کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے، مین نے اپنے اس مضمون مین دیوان نظامی کے قلمی نسخون کا ذکر کیا تھا جو یورپ کے کتبخانون بوڈلین (آکسفرڈ) اور پروشین نیشنل لائبریری (برلن) مین موجود ہین، ان نسخون کے علاوہ ہندوستان مین بھی دو اور قلمی نسخون

کا پتہ لگا ہے جو کلکتہ کی امپیریل لائبریری اور ریاست رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین موجود ہین، گویا اس وقت تک دیوان مذکور کے کل پانچ نسخے معلوم ہوئے ہین، ان نسخون کا حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے:۔

۱- بوڈلین کے نسخے[1] اس کتبخانہ مین دو نسخے نمبر ۱۱۶۸ اور ۱۱۶۹ پر موجود ہین،

(۱) ۱۱۶۸ کا ذکر ڈاکٹر ایتھے نے کتبخانۂ مذکور کی فہرست مین اس طرح کیا ہے:۔

"**انتخاب منظومات صغیرہ منسوب بہ نظامی** یہ اس نسخہ سے پوری مطابقت رکھتا ہے، جس کا ذکر ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی فہرست (ص ۵۲۳) مین کیا ہے شروع مین قصائد ہین، دیوان کا مطلع یہ ہے:۔

ہر کہ از روی خرد روی بہ یزدان آرد　　　لطف یزدانش ہمی تحفۂ غفران آرد

پھر غزلیات ورق ۱۳ سے ردیف وار شروع ہوتے ہین، پہلا شعر یہ ہے:۔

روزے بکرم گاہان رفتن پیادہ (؟)　　　ابلیس پیش آمد موسی کلیم را،

خاتمہ کا ورق غائب ہے، یہ نسخہ ۵۴ اوراق پر بخط نستعلیق لکھا ہوا ہے، ہر صفحہ مین ۱۴ سطرین ہین، سائز ۴ × ۷½ انچ ہے"۔

۲ نمبر ۱۱۶۹ شروع مین قصائد ہین، جو دسوین ورق سے غزلیات ردیف وار درج ہین، دیوان کا مطلع حسب سابق، اس کے بعد ورق ۴۴ پر رباعیات ہین، پہلا شعر یہ ہے:۔

چون تاک نطاقے شکر آب آلودش　　　در نرگس پر خمار خواب آلودش

سنہ کتابت مذکور نہین ہے، ۴۸ ورق اور ہر صفحہ مین ۱۳ سطرین ہین، نستعلیق خط مین لکھا ہوا ہے سائز ۸ × ۵½ انچ"

۳- برلین کا نسخہ برلین کی پروشین نیشنل لائبریری مین ایک نسخہ دیوان نظامی کا نمبر ۲- ۷۹۱ پر موجود ہے، جو

[1] ان نسخون کا حال مجھے کتبخانۂ مذکور کے ناظم صاحب نے لکھ بھیجا ہے، نیز انھون نے دونون نسخون کا عکس مہیا کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، جس کے لئے مین ان کا بہت ممنون ہون، "اختر"

ڈاکٹر اسپرنگر کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہے، نستعلیق خوش خط لکھا ہوا ۴۴ اوراق پر مشتمل ہے، شروع میں نہ کوئی دیباچہ ہے، نہ آخر میں کوئی خاتمہ، حسب دستور پہلے قصائد ہیں پھر غزلیات اور رباعیات، پروفیسر ایتھے نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا ہے، چنانچہ ان کا بیان ہے کہ اس نسخہ میں وہ اشعار نہیں پائے جاتے جو عوفی نے نقل کئے ہیں، البتہ جامی کے منقولہ اشعار ورق ۴۲ پر پائے جاتے ہیں[1]،

۴۔ بوہار کا نسخہ | یہ نسخہ ناتمام کتبخانہ بوہار میں موجود ہے، جو فی الحال کلکتہ کی امپیریل لائبریری میں منتقل ہو گیا ہے، ۲۹ اوراق پر صاف نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، حاشیہ پر طلاّ اور رنگین جدولیں ہیں، دیوان کا مطلع حسب سابق ہے، اس نسخہ میں اوراق کی ترتیب برابر نہیں ہے، اس پر کئی تحریرات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں یہ نسخہ مولوی محمد مظہر ابن مولوی غلام سبحان خان بہادر قاضی القضاۃ بنگال ابن مولوی محمد واجد ساکن پنڈوا (ہگلی) کے پاس تھا، تاریخ کتابت درج نہیں ہے[2]،

۵۔ رامپور کا نسخہ | تقریباً پانچ جزو کا ناقص دیوان ہے، اس میں قصائد اور غزلیات کے علاوہ ۲۲ رباعیاں ہیں نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے، سنہ کتابت درج نہیں ہے، مطلع دیوان حسب سابق ہے، ہر ورق پر مسٹر بلاک مین (پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ) کے دستخط ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس نسخہ کا مطالعہ کیا تھا، اس میں کتابت کی غلطیاں بہت پائی جاتی ہیں[3]،

نسخہ مطبوعہ آگرہ | میں نے اپنے مقدمہ بالا میں ذکر کیا تھا کہ بوڈلین لائبریری میں دیوان کا ایک نسخہ مطبوعہ آگرہ موجود ہے، یہ اس بنا پر تھا کہ نسخہ نمبر ۱۰۱۶ کے تذکرہ کے ضمن میں ایتھے نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ:-

"آگرہ کا نسخۂ دیوان مطبوعہ ۱۲۸۳ھ اس قلمی نسخہ سے بالکل مختلف ہے، اس میں وہ قصائد اور غزلیات نہیں پائی جاتیں، جو اس نسخہ میں موجود ہیں"

اس تحریر سے مجھے خیال ہوا تھا کہ غالباً اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ وہاں موجود ہوگا، اس کے متعلق میں نے کتبخانۂ مذکور

۱؎ اورنیٹل اسٹڈیز (موسوم بہ عجب نامہ) ص ۲۵ ۲ ۲؎ فہرست کتبخانہ بوہار جلد ۱ ص ۲۲۳،

۳؎ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۸ء جلد ۴۰، سلسلۂ جدید،

کے ناظم سے دریافت کیا چنانچہ وہ اپنے جواب مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۲۸ء میں لکھتے ہیں کہ:-

"آپ کو کسی نے اطلاع دی ہے کہ دیوان نظامی کا کوئی مطبوعہ نسخہ ہمارے ہان موجود ہے، غالباً یہ اس طرح معلوم ہوا ہوگا، کہ فہرست نویس نے نسخۂ مطبوعہ آگرہ ۱۲۸۳ھ ذکر فہرست مین کیا ہے، لیکن ہمارے کتبخانہ مین کوئی مطبوعہ نسخہ نظامی کا نہین ہے، ممکن ہے اس کی کوئی جلد خود فہرست نویس کے پاس رہی ہو"

اگر ایتھے کے بیان پر اعتماد کیا جائے تو بہرحال اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ یہ مطبوعہ نسخہ اس کے پاس تھا یا کم از کم اسکی نظر سے گذرا تھا، مین نے اس کے متعلق ہندوستان مین بہت کچھ تلاش و تفتیش کی مگر اب تک پتہ نہین ملا، ایک مرتبہ بلاسپور (ریاست رامپور) کے وکیل عدالت چنی لال صاحب صوفی نے مجھ سے دیوان نظامی کے متعلق استفسار کرتے ہوئے اپنے مکتوب مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۱۱ء مین لکھا تھا،-

"میرے پاس دیوان حضرت نظامی گنجوی سہ جزء کا آگیا تھا اتفاق سے وہ گم ہوگیا اس کا پتہ و نام مطبع یاد نہین رہا"

اس تحریر سے بھی پتہ چلتا ہے کہ دیوان مذکور ضرور چھپا ہوگا، مگر بالفعل وہ نایاب ہے،

میرے کرم جناب حافظ احمد علی خان صاحب بہادر نے رامپور والے نسخے کی نقل میرے لئے تیار کرائی ہے، کلکتہ والے نسخہ کی کتابت ہو رہی ہے، بوڈلین کے دونون نسخون کے فوٹو تیار ہو رہے ہین، امید ہے کہ برلن کے نسخہ کا فوٹو بھی مل جائیگا، ان کے علاوہ دولت شاہ، عوفی، آتشکدہ، مجمع الفصحا وغیرہ مین نظامی کے کلام کے انتخابات موجود ہین، انشاء اللہ ان سب کا مقابلہ کرکے ایک صحیح متن مرتب کرنے کا ارادہ ہے والامر بید اللہ تعالیٰ وھو علی کل شئی قدیر،

تلخیص و تبصرہ

فلاسفۂ ہند کی سالانہ مجلس

گذشتہ دسمبر مین ہندوستان کی مجلس فلسفہ کا سالانہ اجلاس مدراس مین منعقد ہوا تھا، مختلف یونیورسٹیون اور مجلسون کے تقریباً ۵۰ فلسفی نمایندون کی حیثیت سے اس مین شریک ہوئے، تھے تنوع مباحث کی وجہ سے مجلس مختلف شعبون مین تقسیم کردی گئی تھی، اور ہر شعبہ کا ایک ایک صدر تھا، -

(۱) منطق و الٰہیات، پروفیسر ٹی چڈوک (جامعہ لکھنؤ)

(۲) فلسفۂ ہند، پروفیسر این ہیرنیا (جامعہ میسور)

(۳) تاریخ فلسفہ، پروفیسر ایس کے متر (جامعہ بنارس)

(۴) اخلاقیات و فلسفۂ معاشرت، پروفیسر بی اے واڈیا (ونسن کالج (جامعہ بمبئی)

(۵) فلسفۂ مذاہب، مس انوالا (جامعہ لکھنؤ)

(۶) نفسیات، پروفیسر جی، سی، چٹرجی، (لاہور)

مجلسِ عام کے صدر جامعہ بنارس کے استاذ فلسفہ اور پرو وائس چانسلر مسٹر اے، بی، دھرو تھے، انھون نے اپنے خطبۂ صدارت مین فلسفہ و سائنس کی اس جنگ کو جو گذشتہ سو اسو سال سے جاری ہے، ان الفاظ مین پیش کیا

" اس نئی صدی مین ایک شخص کو فلسفہ مین جو سب سے پہلی چیز نظر آتی ہے وہ شرکت ہے جو سائنس فلسفہ کے مسائل کی تحلیل مین کر رہی ہے، اس امتیازی خصوصیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ مختصرًا ہی سہی اس خیال کی تاریخ بیان کی جائے "

جب سائنس کو اپنی قوتون کا احساس شروع ہوا تو اس نے مملکت فلسفہ پر حملہ کرکے عنان حکومت اس کے ہاتھ سے چھین لی اور اس فلسفہ کے پاس جو کسی زمانہ مین اس کا مالک تھا اور اب صرف ہمسایہ ہے، کچھ نہ رہا، اسی اثنا مین کانٹ نے اس منصفانہ نظر سے جس کی مثال دنیا کے خیال مین نہین مل سکتی، نہایت ہی صفائی کے ساتھ فلسفہ کے اس حق کو پیش کیا کہ وہ نہ صرف اپنے مسائل حل کرنے کا بلکہ سائنس کے مسائل کے حل کرنے کا بھی حقدار ہے لیکن ان دو دائمی جنگ آزما جماعتون مین صلح کی یہ کوشش مشکور نہ ہوسکی، اور ۱۹ وین صدی کے نصف آخر مین ہم دیکھتے ہین کہ دونون مین سخت کارزار گرم ہے، ابتداءً سائنس کی جماعت غالب رہی لیکن بعد مین فلسفہ نے اپنے غنیم کو نیچا دکھایا، اور ۱۸ وین صدی کی مادہ پرستی کی جگہ ۱۹ وین صدی کی فطرت پرستی نے لے لی،

یہ حقیقت عام طور سے معلوم ہے کہ کس طرح ڈارون کی سائنس نے جو درحقیقت حیاتیات تک محدود تھی فلسفہ کو بری طرح متاثر کیا، انسان کو نظریۂ ارتقاء کی ایک کڑی ثابت کرنے کی کوشش اور تنازع للبقاء کے نظریہ کو پیش کرنے کی سعی نے انسان کی روحانی حیثیت کو مشکوک کردیا، اور اس وقت وجود باری تعالیٰ کے متعلق جو خیالات تھے ان پر مہلک ضرب لگائی، ۱۹ وین صدی کے آخر مین اس نظریہ کی عام ہردلعزیزی نے فلسفہ کے دو اہم مسئلون کو سخت صدمہ پہونچایا، ان مین سے ایک انسان کی روحانی حیثیت تھا، اور دوسرا وجود باری تعالیٰ لیکن فلسفہ کی خوش قسمتی سے اس وقت گرین نے اس فطرت پرستی کے طوفان کو روک دیا، گرین اور اس کے متبعین کے جدید نظریون سے لوگون کو جو کچھ بھی اختلاف ہو اس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ برطانوی خیالات کے اس اس دبستان نے فلسفہ پر بڑا احسان کیا ہے،

جس طرح ۱۸ وین صدی کے مادی نظریہ کی جگہ ۱۹ وین صدی کے ربع ثالث کے حیاتی نظریہ نے لے لی تھی اسی طرح ربع آخر کے روحانی نظریہ نے حیاتی نظریہ کو بے دخل کردیا، اور اس طرح ۱۸ وین اور ۱۹ وین صدی مین یورپ مین عموماً اور فرانس و برطانیہ مین خصوصاً مادہ، حیات اور روح تین منزلین ہین جن سے خیالات کی دنیا گذری ہے، ۱۹ وین صدی کے ربع ثالث مین جو فلسفہ کے گہن کا زمانہ تھا ہم کو بتایا جاتا تھا کہ ہمکو ہر چیز کی ابتدا

واقعات پر غور نہ کرنا چاہئے، فلسفہ کو ایک عام سائنس یا زیادہ سے زیادہ سائنس کی منطق کا درجہ دیکر اور چیزون کو جس شکل مین وہ اپنے کو پیش کرین قبول کرکے موجودہ حالات کے مطابق منظم و مرتب کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، کومٹ نے اسی خیال کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے، کہ جس طرح دینیات کی جگہ مابعد الطبعیات نے لے لی تھی، اسی طرح اس کی جگہ اب سائنس کے حوالہ کر دینا چاہئے،

لیکن یہ تمام باتین بحث طلب ہین، فلسفہ کے قدیم مسائل مین جنھون نے فلسفیون کو حقیقیہ اور تصوریہ وغیرہ اور موحدین، قدریہ اور جبریہ، وغیرہ مختلف جماعتون اور گروہون مین منقسم کر رکھا تھا، نئی زندگی پیدا ہو گئی اور یہ بات کہی جانے لگی کہ سائنس اور فلسفہ دو ایسی متضاد چیزین ہین جو باہم جمع نہ ہو سکین، بلکہ وہ علم عامہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کو متاثر کرنے کا حق رکھتی ہین، چنانچہ عہد موجودہ کے اکابر فلاسفہ مثلاً برگسن الگزنڈر اور رسل وغیرہ نے اپنے سائنس کے معلومات کے ذریعہ فلسفیانہ مسائل کے حل کرنے کی کوشش کی ہے، الگزنڈر کا قول ہے کہ فلسفہ کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے، کہ "وہ غیر مجرب اشیاء کے تجربہ و مشاہدہ کا طریقہ ہے، ورنہ سائنس اور فلسفہ کی روح ایک ہی ہے، جو کچھ فرق ہے وہ طریقہ کا نہیں بلکہ ان کے موضوع بحث کا ہے"

جہان ایک طرف سائنس کے تجاربی طریقے نے فلسفہ مین ایک گونہ حقیقت کا رنگ پیدا کر دیا ہے، اور ۱۹وین صدی کے ربع آخر کا نظریۂ عالم امثالیت اس سے دب گیا ہے، وہان دوسری طرف عہد موجودہ کے نظریۂ اضافت نے ایک خوفناک طوفان بپا کر رکھا ہے، زمان و مکان کے متعلق ہمارے خیالات مین سخت انقلاب پیدا ہو رہا ہے، اور اس طرح تصوریت کے مختلف اسکولون مین ایک نئی زندگی پیدا ہو رہی ہے، اس کے باوجود یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ سائنس نے فلسفہ پر جو کچھ اثر کیا ہے، وہ ان سے حقیقت کی طرح لیجا رہا ہے، رہا یہ سوال کہ یہ حقیقت پرست اپنے اصولون مین مستقل ہین یا ان کے نتائج کس درجہ تک حامل صحت ہین ایک دوسری چیز ہے، بہرحال تصوریت اور حقیقت کا خط امتیاز بہت روشن و نمایان ہو گیا ہے، جدید حقیقت پرستی اس فطرت پرستی سے جو ڈارون کے نظریۂ ارتقا کی وجہ سے عالم وجود مین آئی تھی بالکل ہی نئی اور جداگانہ چیز ہے،

ایک دوسرا فلسفی جو فلسفہ پر سائنس کے اثرات کو بتاتا ہے، برٹرنڈ رسل ہے، الگزنڈر مابعد الطبیعات کا استاد تھا اور رسل نے جدید طریقہ پر اپنے مطالعہ فلسفہ کا آغاز ریاضیات و طبیعیات سے کیا ہے، اس کی مساعی اس کے موضوع کے لئے بہت مفید ہین، مین نے رسل کو جدید طریقہ کا فلسفی بتایا ہے، لیکن مین اس کی تصحیح کر دینا چاہتا ہون، اس جنگ عظیم مین اس کی حیثیت حکومت سائنس کے شہنشاہی پسند رکن کی ہے، جو اپنے ہمسایہ قوم کی مملکت کو اپنے علاقہ مین شامل کر لینا چاہتا ہے،

ایک تیسرا سائنس دان فلسفی جو ہمارے توجہ اپنی طرف مبذول کرتا ہے، برگسن ہے، وہ سائنس سے فلسفہ کی طرف تبدیلی کے عہد کا نمایندہ ہے، ہمارے برطانوی فلاسفہ کے بالکل خلاف جو سائنس کو فلسفہ مین داخل کرنا چاہتے ہین، اس نے اس کا عکس اختیار کرکے سائنس کے نظریون اور تفصیلات مین بہت کچھ تبدیلیان پیدا کر دی ہین، ڈارون کے نظریہ کی ترمیم کرتے ہوئے، وہ بتاتا ہے، کہ گردوپیش کے حالات سے اثر قبول کرنا ارتقاء کے تمام واقعات کو ثابت نہین کرتا، علاوہ ازین اگرچہ نظریہ ڈارون سلسلہ ارتقاء کو ظاہر کرنے مین ایک حد تک کامیاب ہے، لیکن نفس ارتقاء کے متعلق وہ بری طرح ناکامیاب ہے، اسی طرح وہ زندگی کے ایک مابعد الطبیعیاتی تخیل تک پہونچتا ہے، اس کی شکلون کی دریافت سائنس کا کام ہے، لیکن اس کے وجود و فطرت پر بحث دائرہ فلسفہ کے اندر ہے، برگسن ایک ایسے حیاتی تموج کو پیش کرتا ہے، جو عالم مین موجود ہے اور اس کا محرک کوئی بیرونی دماغ یا ارادہ نہین، بلکہ وہ آزاد و غیر مصمم ہے،

عہد موجودہ کی ایک خصوصیت جو بعض جگہ نظر آتی ہے، وہ خلاف ذہنیت یا خلاف عقلیت کی ہے، بعض اپنشد، شنکر، ودانت، سقراط، اسپنوزا، ہیگل، یا جدید ہیگلیت کی تعلیم کو عقلیت بتاتا صحیح نہین ہے، اور سنسکرت کے "دھنا"، اور انگریزی کے عقل (REASN) ذہن (INTALLET) اور تخیل (Jdea) نے یہ غلط فہمی پیدا کر دی ہے، مسیحیت کی کلیسائی تاریخ مین خلاف ذہنیت نے ایک جدید تحریک قدریت کی پیدا کر دی ہے، اور اس کے ذریعہ وہ بعض چیزون کو اپنے عقائد مین داخل کرتے ہین اور ان کو اس خوف سے

عقل کی روشنی مین نہین دیکھنا چاہئے، کہ اگر انھون نے ایسا کیا تو مسیحیت کی کشتی طوفان حوادث مین پھنس جائیگی "

فلسفہ مین اس خلاف ذہنیت نے دو شکلین اختیار کی ہین، تصوف و عملیت (ACTIVISM) " ن "

مجلس مستشرقین ہند کا سالانہ اجلاس

آج سے تقریباً ۱۰ سال قبل نومبر ۱۹۱۹ء مین بھنڈارکر ریسرچ انسٹیٹیوٹ پونہ کے بانی سر رام کرشن بھنڈارکر نے پہلی مرتبہ ہندوستان کے مستشرقین کو ایک جمع کرنے کی کوشش کی، اس کا پہلا اجلاس پونہ ہی مین ہوا، اور اس مین جو کامیابی ہوئی اس کو جلسہ کے اندر ہی محسوس کرکے سر آسوتوش مکرجی آنجہانی اس مجلس کو کلکتہ آنے کی دعوت بھی دیدی، اس وقت سے ہر دوسرے سال اس کا جلسہ برابر ہوتا رہتا ہے، گذشتہ مرتبہ اس کا اجلاس الہ آباد مین ہوا تھا، اور شاید اسی وقت سے مسلمان اہل فکر و قلم نے بھی اس کی طرف کافی توجہ کی، اس مرتبہ اس کا اجلاس لاہور مین ہوا، اس اجلاس کی ایک ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ سنسکرت، عربی اور فارسی کی طرح اردو اور ہندی کے بھی دو جداگانہ شعبے قایم کئے گئے تھے، عربی و فارسی کے شعبہ کے صدر ڈاکٹر سر اقبال، اور اردو کے جناب نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب شروانی تھے، برطانوی ہندوستان اور ریاستی یونیورسٹیان نے اپنے نمایندے بھیجے تھے، اور انھون نے اپنے موضوع کے متعلق مباحث مین کافی دلچسپی لی، کانفرنس کے تمام قلمی کتابون وغیرہ کی نمایش اور اردو کا مشاعرہ بھی تھا،

مجلس نے اپنے کو مندرجہ ذیل شعبون مین تقسیم کر لیا تھا، اور ہر شعبہ کا ایک علحدہ صدر تھا:-

(۱) ویدک اور قدیم سنسکرت، (۲) عربی و فارسی زبان و ادبیات، (۳) لسانیات، (۴) فلسفہ (۵) فنون لطیفہ، (۶) تاریخ، (۷) اثریات، (۸) نسلیات، (۹) اردو، اور (۱۰) ہندی،

عربی و فارسی کے شعبہ مین بعض شرکاء نے عربی مین بھی تقریر کی، اردو شعبہ کے صدر کا خطبہ تمامتر اسی مین تھا، ہیسا کہ ہوا ہے، مجلس عام کے صدر کا خطبہ تمامتر سنسکرت اور ہندو فلسفہ سے متعلق تھا، اس خطبہ مین انھون نے بتایا تھا

کہ کس طرح ہماری بہترین تصانیف یا تو ہمارے ہاتھ سے نکل کر سات سمندر پار یورپ و امریکہ پہونچ چکی ہین یا پھر متعصب تنگ خیال وجاہل لوگون کے ہان بے حفاظت و بیکار پڑی خراب اور ضائع ہو رہی ہین، اس کے بعد انھون نے مختلف ہندو ریاستون کے اس ذوق علمی کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا تھا کہ کس طرح میسور، بڑودہ، ٹراونکور، وغیرہ سے سنسکرت کی کتابون کو خاص اہتمام سے شائع کیا جارہا ہے،

فارسی اور عربی کے متعلق جو مضامین پڑھے گئے ان مین سے اہم یہ ہین:-

(۱) پروفیسر محمد شفیع صاحب — لاہور — عمر خیام

(۲) " محمد اقبال صاحب — " — عماد فقیہ

(۳) " عبد اللہ چغتائی صاحب — " — علی مردان خان

(۴) خواجہ عبد الوحید صاحب — لائل پور — قرآن مین سائنٹفک روح

(۵) پروفیسر ابرار حسن صاحب — علی گڈھ — ابو تمام

(۶) " عبد العزیز میمن صاحب — " — جاویدان خرد

(۷) شیخ الجامعہ بہاول پور — بہاول پور — عربی زبان کی غربت

(۸) قاضی فضل حق صاحب — ملا آدینہ بیگ

اردو کے متعلق مضمون پڑھنے والون مین پروفیسر محمود شیرانی صاحب اسلامیہ کالج لاہور، پروفیسر محفوظ الحق صاحب ایم اے پریسیڈنسی کالج کلکتہ، جناب احمد شاہ صاحب بخاری، جناب امتیاز علی صاحب تاج وغیرہ قابل الذکر ہین،

نمایش کی قلمی کتابون مین مندرجہ ذیل کتابین قابل ذکر ہین:-

الملل والنحل شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ، نوشتہ ۵۸۹ھ، کلیات صائب خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا، مثنوی مولانا روم، نوین صدی کا لکھا ہوا نسخہ، ابن خلکان، رباعیات عمر خیام، قانون بو علی سینا، فتوحات مکیہ، (اس پر میر عبد الجلیل واسطی بلگرامی کے دستخط موجود ہین)

تصاویر اور دیگر تاریخی اشیار کے اعتبار سے بھی مجموعہ بہت اچھا تھا، جامعہ لاہور، ریاست پٹیالہ، ریاست کپور تھلہ کے علاوہ متعدد دوسری مجالس اور علم دوست اصحاب نے بھی اپنے بہترین نوادر نمایش مین بھیجے تھے، پروفیسر شیرانی اور پروفیسر آذر کی کتابین بھی لائق تذکرہ ہین، پروفیسر آذر پنجاب مین تذکرون کے بہترین مالک ہین،

ان چیزون کے علاوہ مجالس کے ارکان کو تاریخی مقامات کی سیر اور متعدد اشخاص کی طرف سے ضیافت کا سامان بھی کیا گیا تھا،

عربی و فارسی کے شعبہ مین تقریباً ۳۰ مضامین پڑھے گئے تھے لیکن اردو کی تعداد بہت کم تھی، کیا ہمارے اردو دوست اصحاب اس کی طرف توجہ کرین گے،

مجلس تحریرات تاریخی

تقریباً دس سال سے حکومت نے ہندوستان کے تاریخی تحریرات و مراسلات کی تحقیقات کے متعلق ایک کمیشن مقرر کر رکھا ہے، اس کا مقصد ہندوستان کی تاریخ کے متعلق لوگون مین دلچسپی پیدا کرنا اور محققین تاریخ کے سامنے وہ ذرایع پیش کرنا ہے جو اب تک معلوم نہ تھے ہر سال کسی نہ کسی شہر مین اس کا سالانہ اجلاس ہوتا ہے، اس سال اس کا یہ اجلاس مشہور مورخ پروفیسر جدو ناتھ سرکار سی، آئی، ای کے زیر صدارت ناگپور مین ہوا تھا اس مرتبہ جو مضامین پڑھے گئے وہ زیادہ تر مرہٹون اور گونڈون کی تاریخ اور انگریزون کے دکن مین ابتدائی حالات سے متعلق تھے، اس کے ساتھ ہی تاریخی اشیار کی جو نمایش ہوئی تھی وہ بھی اپنے بعض نوادر کے لئے بہت اہم تھی، ناگپور کے بھونسلہ راجہ کے نوادر مین لارڈ ولیم بنٹنگ کا ایک خط جو اس نے راجہ راگھوجی راؤ کو لکھا تھا، اور تیموری شہزادہ سلطان محمد مرزا کا بیتل کا بت تھا، رائے بہادر پرس داس کی تصویر مین شاہجہان کا تخت طاؤس پر بیٹھ کر دربار کرنا، اور جہانگیر کی راجہ مان سنگھ کی بہن سے شادی کا جلوس قابل ذکر ہین، بائبل کے اولین بنگالی ترجمہ کا نسخہ بھی تھا، اس کے علاوہ مرہٹون کا وہ ہتھیار جو واگھ ناک (پنجۂ شیر) کے نام سے

مشہور ہے، اور جس سے سیواجی نے افضل خان کو قتل کیا تھا، دکھایا گیا تھا،

اسلامی نوادر میں اورنگزیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف تھا، اس کے علاوہ ایک تفسیر بھی تھی جس میں آیات قرآنی ناخن سے لکھی ہوئی تھیں، عہد جہانگیر کی لکھی ہوئی مہابھارت بھی نمایش کے نوادر میں تھی،

"ن"

اخبار علمیہ

علم جراحت پر قدیم ترین تصنیف،

نیویارک (امریکہ) کی مجلس مشرقی کا ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ ان تمام تحریرون کو جو وہان کی تحقیقی مجالس حاصل کرتی ہین مطالعہ کرے، اور اسی سلسلہ مین بعض اوقات عجیب وغریب چیزون کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ حال ہی مین مصر کے ایک مقبرے سے جو ایک خرلیطہ نکلا تھا اس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ علم جراحت پر ہے، اور اس کے متعلق خیال ہے کہ وہ اس موضوع پر دنیا کی قدیم ترین تصنیف ہے، اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ تحریر تقریباً ۱۷۰۰ سال پہلے کی ہے، اس کے ساتھ ماہرین فن کا خیال ہے کہ وہ اصل کتاب سے ایک ہزار سال بعد کی تصنیف ہے اس مین ہر باب کے آخر مین بعض مبہم الفاظ کی تشریح بھی کی گئی ہے، اور یہ بات اس بات پر دال ہے کہ ان الفاظ کے معنی بدل چکے تھے، موجودہ صورت مین یہ خرلیطہ ۱۵ ½ فٹ لمبا، اور تقریباً ۱۳ انچ چوڑا ہے، (دپ)

دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی نہر

جہان ہندوستان کو مختلف عجائبات کے مالک ہونے کا فخر حاصل ہے وہین گذشتہ ماہ اس کے اس طرۂ افتخار مین ایک پر اور لگ گیا ہے، اور وہ سارد ا نہر کی صورت مین ہے، یہ نہر صوبہ متحدہ مین بنی ہے اور چالیس سال سے ماہرین فن کی توجہ اس کی طرف منعطف تھی، اصل نہر اور اس کی شاخون کی لمبائی تقریباً ۴ ہزار میل ہے، اور اس سے ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین سیراب ہوسکے گی، اس سے سیراب ہونے والا علاقہ تقریباً تمام مصر کے علاقہ کے برابر ہے، یہ نہر دریاے سارد ا سے نکالی گئی ہے، کہا جاتا ہے کہ برسات کے زمانہ مین اس دریا مین پانی ۵۰۰۰۰۰ مکعب فٹ فی سکنڈ کے حساب سے آتا ہے، اور یہ دریاے ٹیمس کے پانی سے سی گونہ ہے، اور کم سے کم پانی کی آمد ۵۰۰۰ مکعب فٹ فی سکنڈ ہے، اور دریا سے اس مین ۴۲ دروازے بنے اور ہر دروازہ ۵۰ فٹ چوڑا ہے، ابتدا مین اس نہر

کی چوڑائی ۵۰۰ فٹ ہے، اور اس مین دروازون کے راستہ فی سکنڈ ۵۰۰۰ مکعب پانی آئیگا،

(پ)

دنیا کا سب سے بڑا برقی جہاز،

انگلستان کی ایک جہازی کمپنی وہائٹ اسٹار لائنز نے بلفاسٹ کے ایک کارخانہ جہاز سازی کو ایک جہاز بننے کو فرمائش کی ہے یہ جہاز ۰۰۰۰۰ ٹن کا ہوگا، اس وقت دنیا مین کوئی جہاز اس سے بڑا نہین ہے، امید ہے کہ یہ ۱۹۳۱ء تک تیار ہو جائیگا، اس جہاز کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوگی کہ وہ اسٹیم کی جگہ برقی قوت سے چلایا جائیگا، اس وقت تک برقی قوت سے چلنے والا سب سے بڑا جہاز تی جہاز "وائسرائے آف انڈیا" تھا، اور اس کا وزن صرف ۰۰۰ ۱۹ ٹن تھا، یہ گذشتہ ستمبر مین تیار ہوا تھا، اس کی رفتار ۱۹ ناٹ ہے، مگر زیر تعمیر جہاز کی رفتار ۲۰ ناٹ ہوگی،

(پ)

جامعہ کلکتہ مین تاریخی تحقیقات،

اس وقت تک جامعہ کلکتہ نے اپنے پوسٹ گریجوٹ درجون کے طلبہ کے استفادہ کے لئے جن لوگون کو تقریر کرنے کی دعوت دی تھی ان مین اکثر ہندوستان کے اکابر علم و فن ہوتے تھے، لیکن اب اس نے ایک قدم اور بڑھایا ہے اور آئندہ سال کے مقررون مین ہم کو انگلستان کی دو بڑی شخصیتین نظر آتی ہین، ان مین ایک پروفیسر آر تھر پیول ہین جو جامعہ لندن کی تاریخ شاہی کے استاد خاص ہین، اور دوسرے جامعہ آکسفورڈ کے مشہور عربی دان مستشرق ڈاکٹر ڈی، ایس، مارگولیتھ ہین، اول الذکر کو ایک ہزار روپیہ اور موخر الذکر کو ۵ ہزار پیش کئے جائین گے، عربی کے متعلق جامعہ کا یہ کام بہت مستحسن ہے،

(م ک)

دنیا کی سب سے بڑی سڑک،

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے طے کیا ہے کہ وہ کناڈا سے لے کر انتہائے امریکہ تک ایک سڑک بنائی جائے یہ سڑک جنوبی و شمالی امریکہ دونون مین ہوگی، اور اس عام سڑک کو صوبون کی دوسری سڑکون کے ذریعہ ملایا جائیگا، اور اس طرح تمام اہم مقامات ایک دوسرے سے مل جائین گے، جس وقت یہ سڑک تیار ہو جائیگی تو وہ دنیا کی سب سے بڑی سڑک ہوگی،

(س ا)

تیز رفتار کشتی،

امریکہ کے ایک مشہور انجینیر مسٹر جارج وڈ نے ایک خاص قسم کی اسٹیم کشتی تیار کی ہے، اس کشتی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس وقت تک جتنی تیز رفتار سواریان ہین سب سے زیادہ سریع السیر ہے، اس کی رفتار ۸۰ میل فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہے، اور موجد کا خیال ہے کہ وہ اس مین ابھی اور ترقی کریگا، (س ا)

سب سے بڑا کمرہ

انگلستان کے شاہی سائنس کالج کے دو استادون آر، پی فریزر اور ڈبلو، لے نیو نے ایک بہت بڑا آلہ تصویر کشی ایجاد کیا ہے، اس کمرہ کا مقصد یہ ہے کہ سریع الحرکت اشیاء مثلاً شعلون کی لپک وغیرہ کی تصویرین لے، اس کا وزن ایک ٹن ہے، اور اس مین ایک سکنڈ کے دس ہزار دین وقفہ کے حساب سے تصویرین آتی ہین، (س ا)

دو منزلہ ریل کے ڈبے،

جنوبی افریقہ کی ریلوے کمپنیون نے موٹرون کے لئے دو منزلہ ڈبے بنوائے ہین، اور اب ان ڈبون کو دیکھکر بعض کمپنیان مسافرون کے لئے بھی دو منزلہ گاڑیان بنانے کی فکر مین ہین، اور خیال کیا جاتا ہے کہ اگر خطرات کا سدباب کر دیا گیا تو یہ ترکیب کم خرچ و بالانشین ہوگی، (س ا)

ایک عجیب مصوّر تاریخ،

امریکہ کے مشہور علمی مصور آرنسٹ ارگرہم نے ہمارے دنیا کی ارتقائی تاریخ کو حروف و عبارت کی جگہ خطوط و نقوش یعنی تصاویر کے ذریعہ ترتیب دینا شروع کیا ہے، اور اس طرح وہ ایک ایسی تاریخ مرتب کرنا چاہتے ہین جو عام فہم اور سیکڑون ضخیم جلدون کی بدل ہوگی، اس وقت اس کے سات شہ کار عجائب خانہ تاریخ طبیعیات کے شعبۂ طبقات مین لبطور نمائش رکھے گئے ہین، ان مین اولین تصویر یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہماری زمین کسی طرح کرۂ آتشی سے آہستہ آہستہ سرد ہو رہی ہے، (س ا)

بے آدمی کا کارخانہ،

گذشتہ ستمبر مین نیویارک اڈیسن کمپنی نے امریکہ کے دار السلطنت مین ایک بجلی گھر تیار کیا ہے، یہ بجلی گھر ۲۰ لاکھ خاندانون کو روشنی وغیرہ پہونچائیگا، مگر اس کا سب سے بڑا اور عجیب کارنامہ یہ ہے کہ اس وسیع کارخانہ مین ایک آدمی بھی کام نہ کریگا، اور اس کے تمام پرزون کو ایک دوسرا صدر کارخانہ جو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، متاثر کریگا، چورون سے بچنے کے لئے اس کے چارون طرف برقی لہرون کی دیوار قائم ہے، اور ایک خاص قسم کی روشنی مرکزی دفتر کو یہ بتاتی رہتی ہے کہ ہر چیز ٹھیک ہے، البتہ ہفتہ مین ایک مرتبہ پرزون کے جائزہ کے لئے انجنیر جایا کرین گے،

غیر مرئی خاموش طیارہ، (س ا)

واشنگٹن امریکہ کی علمی مجلس کے اخبار کا بیان ہے کہ طیارہ سازی مین ترقی کا ایک قدم اور آگے بڑھایا گیا ہے اور آئندہ ایسے ہوائی جہاز بنائے جائینگے جو اڑتے وقت نظر نہ آئین گے، اور اس کے ساتھ ہی موجودہ شور پرواز بھی غائب ہو جائیگا، یورپ کی مختلف حکومتین اس قسم کے طیارون مین گہری دلچسپی لے رہی ہین،

اس کے ساتھ ہی یورپ و امریکہ مین تجارتی و ذاتی طیارون کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ ان کے تصادم کو روکنے کے لئے سڑکون کی طرح فضا مین بھی راہنما سپاہیون کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، اور عنقریب اس طرف عملی قدم بڑھایا جانے والا ہے، (لذ)

انسانی گھڑی،

انگلستان کے دار السلطنت لندن مین ایک گھڑی بنانے والا ہے، اس کا نام ال جینی ہے، اسکی عمر ۲۲ سال کی ہے یہ شخص گذشتہ ۳۲ سال سے سوئے جوٹل کی ۵۰۰ گھڑیون کی نگہداشت کرتا ہے، اور ان مین کنجی دینے مین اس کے کامل چار دن صرف ہو جاتے ہین، اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ رات دن مین جس وقت بھی اس سے وقت دریافت کیا جائے، وہ گھڑی دیکھے بغیر نصف منٹ کے توقف کے بعد بالکل صحیح وقت بتا دیتا ہے، ڈاکٹرون اور ماہرین نفسیات نے طبی و نفسیاتی طریقہ سے اسکا امتحان لیا ہے مگر وہ کسی طرح بھی اسکو شکست نہین دے سکے ہین، چنانچہ انگلستان کے طبی و نفسیاتی حلقہ مین وہ ایک دلچسپ موضوع بن گیا ہے،

(لذ)

ادبیات

ترانۂ آزادی

از

پروفیسر محمد اکبر صاحب منیر گورنمنٹ کالج ملتان

"پروفیسر صاحب کی یہ وہ نظم ہے جو انھون نے اورینٹل کانفرنس کے اجلاسِ لاہور کے مشاعرہ مین پڑھی تھی، اور بے حد مقبول ہوئی تھی" "معارف"

مین نسیم فصلِ بہار ہون، مین غزالِ دشت تتار ہون
جو کہ اپنے سائے سے رم کرے مین وہ زخم خوردہ شکار ہون

کبھی آبِ بحر کی موج ہون، کبھی تابِ مہر کی فوج ہون
کبھی کوہ و دشت ہے گھر مرا، کبھی دوشِ مہ پہ سوار ہون

مری ضو سے ہو کے شرر فشان، ہے رواں ستارون کا کاروان
مجھے سب سمجھتے ہین پاسبان، کہ مین زندگی کا حصار ہون

مجھے شوقِ وصلِ حیات ہے، اسے مرے دم سے ثبات ہے
وہ ہے زمزمہ حسن کے ساز کا، مین ربابِ عشق کا تار ہون

کرون آشکار بہشت کو، ارکھون پاک دل کی سرشت کو
جو جلا دے ظلم کی کشت کو، مین وہ ابرِ صاعقہ بار ہون

میں بناؤں خواجہ غلام کو، دوں فروغ صبح کا شام کو
مرے دم سے زندہ ہے آدمی، کہ میں زندگی کا شرار ہوں

مئے تازہ ہے مری آرزو، خم نو کی ہے مجھے جستجو
جو مٹا دے میکدۂ کہن، میں وہ رند بادہ گسار ہوں

میں ہوں نور بہر قلندری، میں ہوں نار بہر سکندری
کبھی جوئے باغ بہار ہوں، کبھی تیغ تیز کی دھار ہوں

میں ہوں عابدوں کے سجود میں، میں ہوں شاعروں کے سرود میں
مجھے ڈھونڈھ آہ کے دود میں، کہ میں دل جلوں کی پکار ہوں

مجھے عشق سا ہے مغیرے میرے دل پہ لگتے ہیں تیر سے
وہ ہے عندلیب سخن سرا، میں گل ہمیشہ بہار ہوں

پروانہ

از مولوی سید ابو محمد ثاقب کانپوری

آہ اے عشقِ مجسم تو سراپا سوز ہے
تیری آہِ نارسا بھی کس قدر دلدوز ہے

تیری ہر جنبش میں ہے اک رازِ سربستہ نہاں
تیری ہر لرزش سے ہے اک جوشِ بے پایاں عیاں

روح میں تیری تڑپ ہے دل میں ہے ذوقِ فنا
یعنی مرجانا ترے مذہب میں ہے اصلِ بقا

خارزارِ عشق میں اک رہروِ کامل ہے تو
اپنی منزل کے سوا ہر چیز سے غافل ہے تو

اہلِ دنیا کے لئے ہستی تری اک درس ہے
اک قدم میں منزلِ مقصود کو کرتی ہے طے

موت ہی کو تو سمجھتا ہے حیاتِ جاوداں
کفر ہے تیرے لئے بے فائدہ آہ و فغاں

خود بخود بیتاب ہو جاتا ہے شعلہ دیکھکر
پھونک لیتا ہے تو اپنے ہاتھ سے قلب و جگر

دیکھتے ہی شمع کو ہو جاتا ہے تو بے قرار
گھومنے لگتا ہے اس کے گرد تو دیوانہ وار

جل کے مر جاتا ہے تو اور آہ تک کرتا نہین
کیا سمجھتا ہے کہ اس مرنے سے تو مرتا نہین

کیا تری ہستی مرکب ہے گداز عشق سے
دل ترا معمور ہے کیا سوز و ساز عشق سے

سچ بتا کس نے دیا ہے تجھکو یہ درس فنا
ہیچ ہے نظرون مین تیری کس لئے تیری بقا

آ مرے دل مین کہ یہ بھی جلوہ زار عشق ہے
اس کی ہر دھڑکن بھی اک سرمایہ دار عشق ہے

دل مگر تیرا سراپا مایہ صد درد ہے،
شعلہ مضطر مجسم تیری آہ سرد ہے،

دل ترا بیگانہ ہے اندیشہ ہاے مرگ سے
کھیل جانا جان پر اک کھیل ہے تیرے لئے

موت کے تو عقدہ مشکل کو یون کرتی ہے حل
جیسے رہنے کے لئے گھر کوئی اپنا دے بدل

کاش ثاقب کو بھی ملجائے ترا سوز و گداز
زندگی کے فلسفہ کا وہ بھی ہو دانائے راز

ابن رشد

مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانون مین ارسطو کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہے، اور جس کی تصنیفات مدتون تک یورپ کی یونیورسٹیون مین پڑھائی جاتی تھین، سوانح اور اس کے فلسفہ پر تبصرہ، اور اسی ضمن مین مسلمانون کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو، اور یورپ مین اسلامی علوم کی اشاعت کی تاریخ اور فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہے، ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرۂ معلومات کسی مشرقی زبان مین کیا کسی مغربی زبان مین بھی نہین مل سکتا، ضخامت ۴۰۰ صفحے،

قیمت :- ۳ روپیہ،

"منیجر"

باب التقريظ والانتقاد

ذکر میر

میر تقی میر کو شاعر سب کوئی جانتا تھا، مگر ان کو مورخ و تذکرہ نویس ہونا کم لوگ جانتے تھے، لیکن انجمن ترقی اردو کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے سب سے پہلے میر کا تذکرہ نکات الشعراء، اور اب اس نے میر کی خود نوشت سوانحعمری چھاپی ہے، جس کا نام ذکر میر ہے، بظاہر تو میر صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنے حالات لکھے ہیں، مگر درحقیقت اپنے زمانہ کی پوری تاریخ لکھی ہے، جو اس عہد کی سیاسی تاریخوں سے زیادہ دلچسپ اور حقیقت نگار ہے،

زبان فارسی ہے کہ اس عہد کی بھی علمی و ادبی زبان تھی، فارسی بھی ایسی ہے جو لطیف اور شیرین ہے، از یادہ تر اس میں سادگی اور کہین کہین تکلف و تصنع کا بھی دخل ہے، تاہم میر صاحب کی زبان ہونے کی وجہ سے ہم ادب سے کچھ نہین کہہ سکتے،

کتاب سے پہلے مولوی عبد الحق صاحب ناظم انجمن کا ایک مختصر دیباچہ ہے، جس مین انھون نے ان چند باتون کو دکھایا ہے، جنکا شہرہ آب حیات کے مدک خانہ کی گپون کی بدولت بہت کچھ ہے، مگر ان کی حقیقت نہین ہے یا نفس واقعہ تو معمولی ہے مگر جس طرح آب حیات مین اس کو نمک مرچ لگا کر بیان کیا ہے وہ صحیح نہین، مثلاً،

۱۔ آب حیات اور گلزار ابراہیمی مین میر صاحب کے والد کا نام میر عبد اللہ لکھا ہے، مگر میر نے میر علی متقی بتایا ہے،

۲۔ بعض لوگون نے ان کی سیادت مین شبہہ کیا ہے جس کا ذکر آب حیات مین ہے لیکن ذکر مین میر نے ہر جگہ اپنے والد کے اور اپنے نام کے ساتھ میر لکھا ہے،

۳۔ میر صاحب کے والد میر علی متقی کی دو شادیان ہوئی تھین، جن مین سے ایک بیوی سراج الدین علی خان آرزو کی بہن تھین، آب حیات مین ہے کہ میر علی متقی کی دوسری بیوی خان آرزو کی بہن تھین اور میر پہلی بیوی کے بطن سے تھے

مگر خود میر نے اس کا الٹا لکھا ہے یعنی اُن کے والد کی پہلی شادی خان آرزو کی بہن سے ہوئی تھی، اور میر دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے،

۴۔ آزاد نے میر صاحب کا لکھنؤ میں ورود جس ٹھاٹھ سے لکھا ہے وہ افسانہ تو یقیناً ان کا طبع زاد ہے، مگر اس کے ساتھ ہی جس طرح بیکسی اور کس مپرسی کے ساتھ آزاد نے ان کو "پورب کے دیار" میں پہونچایا ہے، وہ بھی تمامتر تخیل ہے، میر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی عزت و توقیر کے ساتھ بلائے گئے تھے اور رکھے گئے تھے،

میر صاحب کی وفات کی تاریخ تو ۱۲۲۵ھ سب نے لکھی ہے مگر اُن کی پیدائش کی تاریخ کا پتہ نہ تھا، کوئی سو برس کی عمر بتاتا تھا کوئی اسی برس بتاتا تھا مگر میر صاحب کے مختلف بیانات کے ملانے سے مقدمہ نگار نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور اس حساب سے ان کی عمر ۹۰ سال کی تھی،

ذکر میر میں میر صاحب کے ذاتی اور خاندانی حالات کے علاوہ حسب ذیل تاریخی واقعات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مرہٹوں کی چڑھائی دلی پر، عالمگیر ثانی کا قتل، درانیوں کی آمد اور مرہٹوں کی شکست، دہلی کی تاریخ تباہی، قاسم علی خان ناظم بنگال، نجیب الدولہ، شجاع الدولہ وغیرہ کی باہمی ناچاقیاں، شجاع الدولہ اور انگریزوں کی لڑائی، شجاع الدولہ اور روہیلوں کی لڑائی، مرہٹوں کا تسلط، غلام قادر خان کا جور وستم، بادشاہ دہلی اور انگریزوں کے تعلقات، وغیرہ،

کتاب کے آخری باب میں مرزا اسمٰعیل کا مرہٹوں کو شکست دینا، اور مرزا اسمٰعیل اور غلام قادر خان کا مرہٹوں کے مقابلہ میں اتحاد و معاونت کا معاہدہ ہونا، اور غلام قادر خان کا بدعہدی کرنا، اور مرزا کا شکست کھانا، اور دلی کی تباہی، یہ واقعات نہایت عبرت انگیز لکھے ہیں، اور اسی پر کتاب ختم ہوگئی ہے، یہ کتاب نہ صرف میر کے حالات کے لحاظ سے بلکہ ہندوستان کی آخری تاریخ ہونے کے لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے،

کتاب کا یہ نادر نسخہ مولوی بشیر الدین صاحب کے اسلامیہ اسکول اٹاوہ کے کتبخانہ میں دستیاب ہوا، اور اس کا دوسرا نسخہ مولوی محمد شفیع ایم اے وائس پرنسپل اورینٹل کالج لاہور کے ہاں سے ملا، اور ان دونوں کے مقابلہ سے اس کی اشاعت ہوئی ہے،

انجمن کے مطبع میں ٹائپ میں چھپی ہے، ضخامت ۳۰۱ صفحے، قیمت عا مجلد عہ غیر مجلد، پتہ:۔ انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

ہماری شاعری

یہ کتاب ہماری اردو شاعری پر ایک تبصرہ ہے، مولوی سید مسعود الحسن صاحب رضوی ایم، اے پروفیسر اردو لکھنؤ یونیورسٹی کی تصنیف ہے، پہلے یہ مضمون کی صورت مین رسالہ اردو اورنگ آباد مین چھپا تھا، اور اب ایک کتاب کی صورت مین شایع ہوا ہے،

مؤلف نے اس مین اردو شاعری پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالی ہے، اور اس کے محاسن اور خوبیون کو ابھار کر دکھایا ہے، اور جدید تعلیمیافتہ اصحاب کی طرف سے جو اس پر اعتراضات کئے جاتے ہین، ان کا جواب دیا ہے، اور ساتھ ہی انگریزی سے اس کا مقابلہ کرکے دکھایا ہے، پہلے دیباچہ ہے جس مین نفس کتاب کے موضوع متعلقات اور خصوصیات کا تذکرہ ہے پھر مقدمہ ہے جس مین شاعری کی ضرورت اس کے فوائد اس کی اہمیت، اس کی حقیقت، اس کی معنوی اور لفظی خوبیان اور اشعار کے فرق مراتب بیان کئے ہین، اس کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے جس مین اردو شاعری پر تعلیمیافتہ اصحاب کے سات اعتراضات کے جوابات دیئے ہین، یہ سات اعتراضات حسب ذیل ہین،

۱۔ اردو شاعری مین معشوق ہمیشہ مرد ہوتا ہے، اور یہ بات خلاف فطرت اور مخرب اخلاق ہے،

۲۔ معشوق کا سراپا اور اس کی طبعی خصوصیتین یعنی ظلم وستم وغیرہ دونون خلاف فطرت ہین،

۳۔ رقیبون کی کثرت اور عاشق ومعشوق اور رقیبون کے باہمی تعلقات سے عاشق ومعشوق دونون کی اخلاقی پستی کا ثبوت ملتا ہے،

۴۔ اردو شاعری کا دائرہ نہایت محدود ہے،

۵۔ اردو شاعرون کے خیالات مین یکرنگی نہین ہوتی،

۶۔ اردو شاعری مین ہندوستانیت کم اور ایرانیت زیادہ ہے،

۷۔ اردو شاعری تقلیدی اور غیر فطری ہے،

یہ تو نہین کہا جا سکتا کہ مصنف کو ہر اعتراض کے جواب دینے مین پوری پوری کامیابی ہوگئی ہے لیکن اس مین شبہ نہین کہ جوابات کے پردہ مین مصنف نے جس تفصیل جس خوبی جس شگفتگی جس خوش اسلوبی اور جن مختلف پہلوؤن سے ہماری شاعری پر نظر ڈالی ہے، اور جس طرح نگاہون سے اوجھل نکتون کو منظر عام پر لایا ہے، وہ هر درجہ تحسین اور داد کا مستحق ہے، اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے، کہ اردو شاعری کی تنقید و تبصرہ پر مقدمہ حالی کے بعد ہماری زبان مین یہ دوسری تصنیف ہے اور ایک حیثیت سے ہم یہ کہہ سکتے ہین، کہ یہ مقدمہ کا تکملہ ہے،

رموز و نکات کی تشریح مین شاعر نے جابجا حکایات اور افسانون کا جو رنگ پیدا کیا ہے، وہ بیحد دلچسپ اور موثر ہے، ایک جگہ دکٹوریہ گنج اور امین آباد کی نئی سڑک کے سلسلہ مین مکانات کی بربادی، اور غریبون کے بے خانمان ہونے اور عورتون کے رات کو آآکر اپنے اپنے مکان کی مٹی کے ڈھیر پر بیٹھکر رونے کی حکایات بیان کرکے یہ شعر اس پر چسپان کیا ہے،

نشیمن پھونکنے والے ہماری زندگی یہ ہے
کبھی روئے، کبھی سجدے کئے خاک نشیمن پر

اس سلسلہ مین مجھے بھی ایک واقعہ یاد آیا، جس زمانہ مین جھاؤلال کے پل کی طرف مکانات ٹوٹ رہے تھے، اور امین آباد کی طرف سے آنے والی سڑک سے وہ سڑک ملائی جارہی تھی، مولانا شبلی مرحوم کے ساتھ مجھے اُس سمت سے گذرنے کا اتفاق ہوا، مولانا کی نظر جب ان کھنڈرون پر پڑی تو بے اختیار یہ مصرع ان کی زبان سے نکل گیا،

کردیا سفاک نے میدان صاف،

اس وقت سے یہ مصرع مجھے یاد ہے،

چھٹے اعتراض کی اصلیت کو مصنف نے تسلیم کیا ہے، اور وہ ہے بھی حقیقت لیکن اس کے ساتھ یہ بالکل صحیح کہا ہے کہ پرانے حکایتی شخصیتون کو جن کے بانی کے دامن کے ساتھ ہمارے ہزارون خیالات اور تصورات لپٹے ہوئے ہین، ان کو یک قلم نظر انداز نہین کیا جاسکتا ہے، تاہم ہندوستانیت کی راہ کو اب اردو شاعری مین نمایان کرنا، اردو شاعری کی آیندہ زندگی کی ضمانت ہے، نوشیروان، خسرو، رستم جس طرح اردو شاعری کے ڈرامہ کے ایکٹر ہین، ان کے ساتھ اگر کرنا جب

کرشن، بھیم شامل ہو جائیں تو کیا ستم ہوگا؟

تیسرے اعتراض کے جواب میں مصنف نے جو نکات بعد الوقوع پیدا کئے ہیں، اُن سے ان کی ذہانت کا بے شبہ ثبوت ملتا ہے، تاہم اعتراض کی اصلیت سے انکار نہیں ہو سکتا اور یہ ماننا پڑتا ہے، اور خصوصاً لکھنؤ کی اس صنف شاعری کو سامنے رکھکر جو آتش و ناسخ سے لیکر جلال تک رہی، افسوس کہ یہ مختصر تبصرہ اس کا متحمل نہیں، ورنہ اگر اس قسم کے اشعار کے تمام مناظر مصنف کے سامنے رکھدیے جائیں تو ان کی تہذیب و متانت کی آنکھیں خود بخود نیچی جھک جائیں،

مصنف بھی ان عیوب سے ناواقف نہیں ہیں جو اردو شاعری میں پائے جاتے ہیں، چنانچہ انھوں نے خاتمہ میں لکھا

"آخر میں پھر یاد دلائے دیتا ہوں کہ میں نے اردو شاعری کی جا و بیجا حمایت کا بیڑا نہیں اٹھایا ہے، میرا یہ دعویٰ تو ضرور ہے کہ ہماری شاعری کا ایک حصہ ایسا بھی ہے، جس پر اعتراض کی انگلی نہیں اٹھ سکتی، اور جو کسی زبان کی شاعری کے مقابلہ میں دب نہیں سکتا، مگر اس کے ساتھ ہی میں اردو شاعری کو نہ تمام عیبوں سے پاک سمجھتا ہوں، نہ اصلاح سے مستغنی جانتا ہوں"

آخر میں مصنف کی انشاپردازی، فصاحت کلام اور حسن بیان کی داد بھی ضروری ہے، کہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں اور سادہ عبارت میں کہیں کہیں پرلطف شوخی اور شگفتگی پیدا کر دی ہے،

انجمن ترقی اردو کی طرف سے پتھر کے چھاپہ پر نہایت اہتمام اور خوبی کے ساتھ چھپی ہے، ضخامت ۲۲۰ صفحے، قیمت عہ

پتہ:- دفتر انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن،

خلفائے راشدین

سیر المہاجرین کا حصۂ اول، یہ چاروں خلفاءؓ کے ذاتی حالات فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں اور فتوحات کا آئینہ ہے، حجم ۴۷۵ صفحے، قیمت:- سےؔ

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

غالب، از ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب، ایم اے، پی، ایچ ڈی، مجلد ۱۸×۲۲ زبان انگریزی، قیمت ہے مصنف سے کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے طلب کیجئے،

اگر یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ تاریخ اپنے کو دہراتی ہے تو اس سے بھی انکار نہین ہو سکتا کہ مصنفین کے متعلق رائین بھی گھومتی رہتی ہین، غریب شکسپیر کا مرنے کے بعد سے یہی حال ہے، لیکن ہماری اردو دنیا مین تو غالب کو زندگی ہی مین "باد مخالف" سے دوچار ہونا پڑا تھا، مرنے کے بعد کچھ دنون تک خاموشی رہی، اور پھر علانیہ اس کے محاسن کا اعتراف ہونے لگا، حتی کہ آج سے تقریباً ۲۰ سال قبل ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے تو غالب کی اردو شاعری کو فنون لطیفہ اور علوم عقلیہ کی دائرۃ المعارف بنا دیا، اسی وقت سے لوگون کو خطرہ تھا کہ اب اس صعود کے بعد ہبوط ہی ہے، چنانچہ بعض حلقون مین ان کی شاعری پر از سر نو اعتراضات شروع ہوئے، یہان تک کہ ان پر سرقہ اور استحصال بالجبر تک کا الزام لگایا گیا، اور اب ہمارے لائق ڈاکٹر نے ایک مستقل تصنیف، اس موضوع پر لکھدی کہ "غالب مین شاعر اعظم ہونے کا کوئی وصف نہین ہے"

ڈاکٹر صاحب نے غالب کے تذکرہ کی تحقیقات ہی مین اپنا اپنا تمام زور صرف کر دیا ہے، اور غالب کی نفس شاعری پر جو کچھ لکھا ہے، وہ بے اثر، عامیانہ، غیر منطقیانہ اور ایک بڑی حد تک متعصبانہ ہے، ان کی کتاب پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس صورت سے بھی ہو، بجنوری مرحوم پر حملہ کرنا چاہتے ہین، ایک جرمنی کے ڈاکٹر صاحب سے یہ لغزش ان کے خیال مین ہو گئی تھی تو کم از کم انگلستان کے ڈاکٹر سے تو نہ ہونا چاہئے تھی، ہم ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کی قدر کرتے اور داد دیتے ہین، ہم کو غالب کے قوم پرست ہونے کے متعلق ان کا جو خیال ہے، اس سے کامل اتفاق ہے، لیکن ہم ان کے آخری فیصلہ سے متفق نہین، دوسرے ان کو مغرب کی جگہ مشرق کی دنیائے شاعری مین رہکر فیصلہ کرنا چاہئے تھا، کیا اب ہمارے علوم و

فنون کے پرکھنے کے لئے بھی مغربی بچ اور ان کا قانون استعمال کیا جائیگا؟

آخر مین ہم کو ڈاکٹر صاحب سے یہ بھی شکایت ہے کہ انھون نے نہ معلوم کیون اپنے خیالات کا اظہار اردو مین نہین کیا، حالانکہ وہ اس واحد جامعہ کے استاذ ہین، جس کا بنیادی اصول ہر چیز کو اردوانا ہے،

نہرو رپورٹ، مترجمۂ جامعۂ ملیہ صفحہ ۲۰۸ قیمت عہ، پتہ:۔ مکتبۂ جامعہ ملیہ دہلی،

ہندوستان کی سیاسی تعمیری مساعی مین، یہ رپورٹ تاریخی حیثیت رکھتی ہے، اور اسے ہندوستانی مطالبات کا اولین مجموعہ سمجھنا چاہیئے، آل پارٹیز کانفرنس نے ہندوستان کے اردو دان طبقہ کی واقفیت کے لئے اسے ایک لائق مجلس کے ہاتھون ترجمہ کراکے شایع کیا ہے، اور ہم تمام سیاست دوست اصحاب سے اس اہم سیاسی تاریخی دستاویز کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرین گے، رپورٹ کے آخر مین متعدد اہم ضمیمے بھی ہین، ترجمہ بہت اچھا ہے، اگر آخر مین اصطلاحات کے تراجم کی ایک فہرست دیدیجاتی تو بہتر ہوتا، لیکن شائد ارباب جامعہ نے نفس رپورٹ مین ایک حرف کا تغیر و تبدل بھی پسند نہین کیا، اور یہ ان کی انتہائی احساسِ ذمہ داری کی دلیل ہے،

دولت آصفیہ اور حکومت برطانیہ، مصنفۂ مولوی ابو الاعلی مودودی صاحب، قیمت ۱۰ر پتہ:۔ کتبخانۂ جمعیہ سنہری مسجد، دہلی،

دولت آصفیہ کو سب سے بڑی ہندوستانی ریاست، اور ملک کی تمام مفید تحریکون اور مجلسون کے ملجا وماویٰ ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہی ہے، لیکن آج سے چارسال قبل برار کی واپسی کے سوال اور اس کے متعلق سابق وائسرائے لارڈ ریڈنگ کے متکبرانہ جواب نے ملک مین اس ریاست کی طرف ایک اور عام ہمدردی پیدا کردی ہے، اور ہر شخص یہ جاننے کے لئے بے چین ہے کہ ابتدا سے انگریزون اور حکومت آصفیہ مین کیا تعلقات رہے ہین، اور کس طرح مختلف معاہدون کے خلاف برطانوی حکومت نے اس وسیع حکومت کے مختلف حصون پر نامنصفانہ قبضہ کرلیا ہے، ایسی حالت مین یہ مختصر لیکن ایک حد تک جامع تصنیف اس ضرورت کو بہت اچھی طرح پوری کرتی ہے، اور نہ صرف اردو بلکہ ہندوستان مین اپنی قسم کی یہ پہلی کتاب ہے، مولوی ابو الاعلی صاحب الجمیعۃ کے سنجیدہ و متین مدیر کی حیثیت سے

ملک مین اچھی طرح روشناس ہین، اور یہ کتاب تمامتر اسی سنجیدگی کی حامل ہے، انگریزی مین ان کتابون کے علاوہ جن کا مصنف نے حوالہ دیا ہے، ڈاکٹر باسو کی ضخیم تصنیف "مسیحی قوت کا ہندوستان مین استحکام" اس مقصد کے لئے بہترین ماخذ ہوسکتی ہے، اور ہم کو امید ہے کہ اب جبکہ مولوی صاحب ادارت کے بار گران سے سبکدوش ہوکر اسی ریاست مین قیام پذیر ہین، تو وہ اپنے وعدہ کے مطابق بہت جلد اس رسالہ کو کتابی صورت دین گے، اس وقت تک کے لئے اصحاب شوق اسی کو غنیمت سمجھین، کتاب مین بعض جگہ ترجمہ مین روانی نہین پیدا ہوئی ہے، اور کہین کہین طباعت کی غلطیان بھی ہین،

مضامین چکبست، (مجموعۂ مضامین پنڈت برج نرائن چکبست آنجہانی) مرتبۂ کارکنان انڈین پریس، صفحہ ۲۳۶ قیمت ہے، پتہ انڈین پریس الہ آباد،

پنڈت برج نرائن چکبست اردو کے ان ممتاز ہندو انشا پردازون مین تھے، جن کو اردو سے خاص محبت تھی، اور ساتھ ہی وہ قدرت ہی کی طرف سے ایک سلجھا ہوا دماغ اور ذوق صحیح لیکر پیدا ہوئے تھے، ان کے مضامین، ان کی بہترین انشا پردازی، ان کا صحیح استدلال، ان کی وسعت معلومات اور ان کے ذوق سلیم کے آئینہ دار ہین، ہندوستان کے بہترین رسائل اور چوٹی کے اخبارات مین ان کے مضامین شایع ہوتے تھے، ۱۹۲۶ء مین اچانک ان کا انتقال ہوگیا، اب سے کچھ پہلے ڈاکٹر سپرو ان کا دیوان شایع کرچکے ہین، اور اب شاید انھین کے اشارہ سے یہ مجموعہ مضامین شایع ہوا ہے، ہر مضمون اپنے اندر معلومات اور تاریخی گوالف کا ایک ذخیرہ رکھتا ہے، اور اگر ہمارے ملک مین ایسے ہی بے تعصب انشا پرداز ہون تو ملک بہت جلد زبان وغیرہ کے جھگڑون سے نجات پا جائے، کتاب کی چھپائی بھی اچھی ہے، اور نفس کتاب یقیناً لائق مطالعہ،

طرۂ امیر، مولفہ جناب مولوی امیر احمد صاحب علوی، صفحہ ۱۸۰، قیمت عمر، پتہ:- مالک انوار المطابع لکھنؤ،

رسالہ الناظر لکھنؤ کے ناظرین مولوی امیر احمد صاحب کا کوروی سے اچھی طرح واقف ہون گے، وہ اپنے سرکاری فرائض کے ساتھ ہی ساتھ ادبی خدمات کو بھی ہاتھ سے جانے نہین دیتے، اور الناظر کی اکثر طویل تنقیدین انھین کی لکھی ہوئی ہین، اب انھون نے مذکورہ بالا نام سے عہد آخر کے مسلم استاد منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی کے کلام کا انتخاب

ان کے مفصل تذکرہ اور ان کی شاعری پر عقیدت مندانہ تنقید کے ساتھ شایع کیا ہے، تذکرہ و تنقید کی مفصل سنجیدہ، اور ایک بڑی حد تک غیر جانبدارانہ بھی ہیں، انتخاب کلام میں انھوں نے حضرت امیر کے صرف دونوں دیوانوں ہی سے مدد نہیں لی ہے، بلکہ ان کے تذکرہ گوہر انتخاب کو بھی پیش نظر رکھا ہے، یہ انتخابات ۸۰ صفحات پر مشتمل ہیں،

کلیات وطن، مرتبہ جناب غلام معین الدین صاحب یوسفی صدیقی، قیمت پتہ:- مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ، حیدرآباد دکن،

جناب یوسفی نے اس نام سے حیدرآباد دکن کے ایک صوفی بزرگ جناب سید افتخار علی شاہ صاحب مرحوم کا کلام مع تذکرہ شایع کیا ہے، یہ کلیات اس سے پہلے بھی متعدد بار شایع ہو چکا ہے، لیکن چونکہ ان میں غلطیاں تھیں اس لئے یہ جدید اڈیشن، عالم وجود میں آیا، آخر میں چار صفحات تاریخی اشعار و اعلانات پر مشتمل ہیں؛

تفسیر سورۂ والمرسلات ۴ر

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح عربی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پر زور رسالہ یہودیوں اور عیسائیوں کے اس باب میں ہر قسم کے اعتراضات کا قلع قمع کر دیا ہے، ۱۰ر

اسباق النحو حصہ اول و دوم۔ اردو میں سہل طرز پر عملی مشقوں کے ذریعہ عربی گرامر، قیمت:- حصہ اول ۲ر دوم ۵ر

تحفۃ الاعراب، مأتہ عامل کے طرز پر عربی کی نحو جدید اردو نظم میں چھوٹے بچوں کے حفظ کے لئے، قیمت ۲ر

مولانا سید سلیمان ندوی

سیرت نبوی حصہ معجزات، قیمت:- ع

ارض القرآن حصہ اول، عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے، جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی و رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے۔ قیمت:- ع

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے، مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایکہ بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۴۵۱، قیمت ع

سیرۃ عائشہؓ (طبع دوم) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب و فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور ان کے اجتہادات، و صنف نسوانی پر ان کے احسانات اور اسلام کے متعلق انکی نکتہ سنجیاں، اور معترضین کے جوابات، قیمت:- ع

دروس الادب عربی کی پہلی ریڈر طبع سوم مع ترمیم قیمت:- ۲ر

دوسری ریڈر، طبع سوم، قیمت:- ۲ر

رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ، فرقۂ اہل سنت و الجماعہ کے اصولی عقائد کی تحقیق، طبع سوم، قیمت:- ۸ر

حیات مالک، امام مالک کی سوانحعمری اور موطا امام مالک پر تبصرہ عہ

خلافت اور ہندوستان، آغاز اسلام سے اس عہد تک سلاطین ہند اور خلفائے اسلام کے تعلقات اور سلاطین ہند کے سکون اور کتبوں سے ان کا ثبوت، قیمت:- ۳ر

دنیائے اسلام اور خلافت موجودہ عہد میں خلافت عثمانیہ کے قیام و بقا کے لئے دنیا کی مسلمان قومیں کیا جد و جہد کر رہی ہیں مصنف کے سفر یورپ کے دلچسپ معلومات ہیں، قیمت ۴ر

خلافت عثمانیہ اور دنیائے اسلام، اس میں یہ دکھایا گیا ہے، کہ خلافت عثمانیہ نے مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کی گذشتہ صدیوں میں کیا کیا خدمتیں انجام دی ہیں، قیمت:-

بہادر خواتین اسلام مسلمان عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے، طبع سوم قیمت:- ۴ر

بشری، عیسائیوں کا اعتراض تھا کہ مسلمانوں کا خدا قہار و جبار ہے، اس میں اسکا جواب دیا گیا ہے، اور دکھایا گیا ہے کہ اسلام میں محبت اور رحمت الٰہی کا کیا درجہ ہے، اور مذہب کس قدر ہمہ تن محبت ہے اور اس باب میں اسلام کی تعلیم کیا ہے، قیمت:- ۸ر

لغات جدیدہ، چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری مطبوعہ معارف پریس عہ

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول، صحابہؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق، و معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اولیٰ کے اسلام کا عملی خاکہ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت:- ع

ایضاً جلد دوم، صحابہؓ کے سیاسی انتظامی اور علمی کارناموں کی تفصیل ضخامت ۵۰۰ صفحے، قیمت:- للعہ

انقلاب الامم، ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قوموں کی ترقی و تنزل کے فلسفہ نفسی کا خلاصہ طبع دوم، قیمت:- ۱۲ر

اسوۂ صحابیات، صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارناموں کا مرقع قیمت:- عہ

سیرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ خلیفہ اموی کے سوانح حیات اور ان کے مجددانہ کارنامے طبع دوم ضخامت ۴۱۰ صفحے، قیمت:- عہ

شعر الہند حصہ اول، جس میں قدماء کے دور سے لیکر دور جدید تک اردو شاعری کے تمام تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کی گئی ہے، اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ مطبوعہ معارف پریس ضخامت ۴۸۵ صفحے، قیمت:- للعہ

حصہ دوم، جس میں اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ، ضخامت ۴۸۵ صفحے، قیمت:- للعہ

تاریخ فقہ اسلامی، اس میں ابتدائے نبوت سے لیکر آج تک ہر دور کی فقہ اور فقہا کے کارناموں پر مکمل تبصرہ کیا گیا ہے، جس سے جدید فقہ کی ترتیب میں بڑی مدد مل سکتی ہے، ضخامت ۴۹۰ صفحے، قیمت للعہ

مولوی عبد الباری ندوی

برکلے کا فلسفہ، مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی، اور اس کے فلسفہ کی تشریح قیمت مجلد ع، غیر مجلد عہ ضخامت ۲۶۱ صفحے،

مبادی علم انسانی، مادیت کی تردید میں برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلز آف ہیومن نالج کا نہایت فصیح اور سلیس ترجمہ جس میں حواس انسانی پر بحث کر کے مادیت کا ابطال کیا ہے، ضخامت ۲۳۶ صفحے مجلد عامہ، غیر مجلد عہ

مولوی عبد الماجد بی اے

فلسفۂ جذبات، جذبات انسانی کی نفسیاتی تشریح، ضخامت ۲۰۴ صفحے عہ

تصوف اسلام، اسلامی تصوف کا خلاصہ اور عہد بعہد کے ایک ایک امام تصوف کی سوانح عمری اور انکی تصانیف کے حقائق کا بیان، ضخامت ۱۲۶ صفحے عمہ

پیام امن، موسیو رچرڈ پال ریکسا فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارہ اتحاد عالم، اخوت انسانی و خونریزی دوری یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس میں بعض مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں، حجم ۱۰۰ صفحے، قیمت ؛

مکالمات برکلے، برکلے کی ڈائلاگس کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے، ضخامت ۱۴۴ صفحے قیمت عہ، مجلد عامہ

مولوی سعید صاحب انصاری

تفسیر ابو مسلم اصفہانی (عربی) معتزلی کی مفقود اور نادر الوجود تفسیر قرآن کے اجزاء جو نہایت دیدہ ریزی سے امام رازی کی تفسیر کبیر سے جمع کئے گئے ہیں، مصر کے ٹائپ میں چھپی ہے، حجم ۱۴۰ صفحے، قیمت عا

سیر الصحابیات، ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور عام صحابیات کی سوانح عمریاں اور ان کے اخلاقی کارنامے، ضخامت ۴۱۰ صفحے عامہ

سیر الانصار حصہ اول، انصار کرام کی مستند سوانح عمریاں اور ان کے اخلاقی اور مذہبی کارنامے، اور ان کے فضائل و کمالات مستند ذرائع سے بہ ترتیب حروف تہجی لکھے گئے ہیں، حجم ۳۶۰ صفحے، قیمت ؛ سے؍

ایضاً حصہ دوم، انصار کرام کے بقیہ حالات زندگی اور انکے اخلاقی اور مذہبی کارنامے، ضخامت ۲۰۰ صفحے، قیمت ؛ للعہ

پروفیسر وہاج الدین صاحب

نفسیات ترغیب، کسی انسان کو کسی کام یا چیز یا تحریک کیلئے ہم کیونکر آمادہ کر سکتے ہیں اور انکو ترغیب اور شوق دلا سکتے ہیں اسے نفسیاتی طور پر بیان کیا ہے، کتاب میں انہیں اصول کی تشریح ہے، تجارت، اشتہارات اور تقریر وغیرہ میں انہیں اصول کی رعایت کی ضرورت ہے، اس لئے تاجروں، مشہور لیڈروں، خطیبوں، مدرسین اور واعظوں کو اس کتاب کی ضرورت ہے، ضخامت ۱۰۶ صفحے، قیمت ؛ عامہ

مولانا حکیم عبد الحی صاحب

گل رعنا، اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اردو شعرا کے مختصر حالات اور ان کے منتخب اشعار، ضخامت ۴۸۰ صفحے، قیمت ؛ عہ

صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب

مقالات روسو، جس میں فرانس کے مشہور فلسفی انقلابی ہیرو روسو کے علوم و فنون کے افادی اثرات و نتائج کی تنقید کی ہے، ضخامت ۱۰ صفحے، قیمت عہ

مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب جماعات انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ جس میں انسانی جماعت کے اخلاق، ہیلک رہنماؤں کی خصوصیات اور جماعتوں کے بننے بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہیں، ضخامت ۲۳۲ صفحے، قیمت ؛ عامہ

ابن رشد، مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانوں میں ارسطو کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہے، اور جس کی تصنیفات مدتوں تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جاتی تھیں، اسکے سوانح اور اسکے فلسفہ پر تبصرہ اور اسی ضمن میں مسلمانوں کے علم کلام و فلسفہ پر بھی ریویو اور یورپ میں اسلامی علوم کی اشاعت کی تاریخ، اور فلسفۂ جدید و قدیم کا موازنہ بھی کیا گیا ہے، ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرۂ معلومات کسی مشرقی زبان میں کیا کسی مغربی زبان میں بھی نہیں مل سکتا، ضخامت ۴۰۰ صفحے، قیمت ؛ ؏

حاجی مولوی معین الدین صاحب ندوی

خلفائے راشدین، سیر المہاجرین کا حصہ اول، چاروں خلفاء کے ذاتی حالات، فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں اور فتوحات کا آئینہ ہے، حجم ۴۸۰ صفحے، قیمت سے؍

مہاجرین حصہ اول جس میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ اور سابقین اولین و قریش اور ان حضرات صحابہ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور ان کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہیں جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے، شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں ہجرت کی تاریخ اور قبائل مہاجرین کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۴۲ صفحے، قیمت ؛ للعہ

(مسعود علی ندوی منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ)